OUR HERITAGE IN THE CHURCH.

ہمارا ورثہ

جسکو

پادری تاراچند صاحب نے

کتاب اور ہری ٹج ان دی چرچ

مصنّفہ

بشپ ایڈورڈ بکرسٹتھ صاحب مرحوم سے جو
سابق میں دہلی کیمبرج مشن کے ہیڈ تھے اور
بعد میں جنوبی ٹوکیو واقعہ ملک جاپان کے بشپ ہوے
اُردو میں ترجمہ کیا

۱۹۰۲

فہرست کتب

ایس۔ پی۔ سی۔ کے

عین الحیات .. .. قیمت ۴ر و ۸ر

اپنے دل کو جانچنے کے لئے خُدا کے دس حکموں کی بابت سوال۔ ۳ پائی

عشائے ربانی کا بیان .. .. ۶ پائی

بارہ نصیحتیں .. .. ۱ پائی

چند وعظ ۳ر ۸ر

دُعائے عام کی کتاب .. .. ۸ر ۱۰ر ایک روپیہ

دعائے عمیم کی کتاب کی تفسیر ۸ر

ایک سہ سالہ کورس .. .. ۶ پائی

تذکرہ بشپ فرنچ ۳ر

ہدایت الاستقامت ۱ر-۲ر

استحکام کی عبادت کی ترتیب .. .. ۳ پائی

استحکام .. .. ۳ پائی

تعلیم استحکام ۳ر

جنتری ۱ر

کیٹیخومن بنانے کی ترتیب .. .. ۳ پائی

ہمارا ورثہ

فہرست مضامین

التماس

ناظرین کو معلوم ہو کہ جو مضامین اس کتاب میں مندرج ہیں وہ بشپ ایڈورڈ بکرسٹیتھ صاحب کی تصنیف سے ہیں۔ اور صاحب ممدوح نے اُن کو اوّل علاقہ جنوبی ٹوکیو واقع ملک جاپان کے کاٹی کسٹوں اور علم الٰہی کے طلبا کے فائدے کے واسطے تصنیف کیا۔ اُن کا منشاء یہ تھا۔ کہ یہ کلیسیا کے ممبر ہونے کی حیثیت سے اپنے ورثہ کی خوبی سے آگاہ ہوں +

یہ مضامین بشپ صاحب نے باوجود کارہائے ضروری اور قلیل فرصت کے سنہ ۱۸۹۵ء اور سنہ ۱۸۹۶ء میں تصنیف کئے اور جب وہ طیار ہوتے تھے تو ساتھ ہی جاپانی زبان میں ترجمہ ہو کر ایک رسالہ میں شائع ہوتے تھے۔ استحکام کی رسم اور خادمانِ دین کے بارہ میں مضامین ماہ نومبر سنہ ۱۸۹۶ء میں تصنیف کئے گئے۔ اُس وقت بشپ صاحب کو اُس عارضے سے قدرے صحت حاصل ہوئی تھی جس کے باعث وہ آخرالامر راہی ملک بقا ہوئے +

حالت بیماری میں بشپ صاحب نے اکثر یہ آرزو ظاہر کی کہ یہ

مضامین بطور ایک کتاب کے چھپوائے جائیں۔ تاکہ دیگر ملکوں کے مشنوں کے لئے بھی کارآمد ہو سکیں۔ اور اس کے مطابق وہ اُن کی وفات کے بعد ۱۹۰۰ء میں بطور ایک کتاب کے انگریزی زبان میں شائع کئے گئے +

اب حسب الارشاد لاہور کے لارڈ بشپ صاحب کی اس کتاب کا ترجمہ دیسی کلیسیا کے فائدے کے واسطے اُردو زبان میں کیا گیا ہے۔ صرف جو حصے جاپانی کلیسیا کی دعاے عام کی کتاب سے علاقہ رکھتے ہیں اُن کا ترجمہ نہیں کیا گیا اور بعض تشریحات بھی جو اُردو جاننے والوں کے لئے مفید نہیں خیال کی گئیں چھوڑ دی گئیں اور بعض بعض عبارات کے ترجمہ میں اختصار کیا گیا لیکن باقی تمام کتاب کا ترجمہ کیا گیا ہے +

اُمید ہے۔ کہ اس کو دیسی کلیسیا کے ممبر اور بالخصوص کاٹی کسٹ اور طلباے علم الٰہی مفید پائینگے اور اُن کو اُس کے مطالعہ سے اپنے عمدہ ورثے کی قدر و منزلت کے معلوم کرنے اور ہمارے خداوند اور منجی یسوع مسیح کے فضل و پہچان میں ترقی کرنے میں واقعی مدد حاصل ہوگی +

الملتمس

تاراچند۔ اجمیر۔ ۵۔ دسمبر ۱۹۰۱ء

ہمارا ورثہ

پہلا باب

کلیسیا کے بیان میں

نکایا کے عقیدے میں ہم ایک کاتھولک رسُولی کلیسیا کا اور رسُولوں کے عقیدے میں ایک پاک کاتھولک کلیسیا کا اقرار کرتے ہیں[1]۔ اس میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ جنہوں نے عقیدوں میں مندرجہ بالا الفاظ داخل کئے اُن کی اُن سے کیا مراد تھی وہ اپنا اعتقاد ایک ایسی ربّانی جماعت کے موجُود ہونے کی نسبت ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ جس کا ایک حصہ آسمان پر اور دُوسرا زمین پر ہے +

کلیسیا کا جو حصّہ آسمان پر ہے اور جس کو ہم دیکھ نہیں سکتے اُس میں وہ سب شامل ہیں جو مسیح پر ایمان رکھنے کی حالت میں دنیا سے رحلت کر گئے یعنی وہ بھی جو خُداوند کے مجسّم ہونے سے پہلے اس کی انتظار کرتے تھے اور وہ بھی جو اُسکے آنیکے بعد اُسکے فضل سے وہ وعدے جو اُنہوں نے بپتسمہ پانیکے وقت کیئے تھے وفاداری کے ساتھ مرتے دم تک پُورے کرتے رہے[2]۔ ہم پر کلام

---

[1] دیکھو تشریح نمبر اوّل صفحہ ۱۱۹ + [2] دیکھو تشریح نمبر ۲۔ صفحہ ۱۱۹ +

الٰہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نجات یافتہ روحیں اب تک کامل نہیں ہوئی ہیں[۱]۔ پس یقین کرنا چاہیئے۔ کہ وہ بھی مثل تمام ذی عقل مخلوقات کے معرفت اور محبت الٰہی میں ترقی کرتی رہتی ہیں۔ مگر اُن کا امتحان پُورا ہو چکا ہے اور خُدا کے فضل سے گر جانے کا اب اُن کو خطرہ نہیں رہا[۲] اگرچہ ہم کو تفصیل کے ساتھ یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ کن کاموں میں مشغول رہتی ہیں۔ لیکن یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بوسیلہ مسیح کے خدا کی عبادت کرتی رہتی ہیں اور جو کلیسیا کا حصہ زمین پر رُوحانی جنگ کر رہا ہے اُس کو بھی یاد رکھتی ہیں اور بلاشبہ اُس کی ترقّی کے واسطے دُعا مانگتی ہیں[۳]۔

جو کلیسیا کا حصّہ زمین پر ہے اور جس کا ذکر اس کتاب میں ہوگا۔ اُس میں وہ سب لوگ شامل ہیں۔ جنہوں نے پانی سے پاک ثالوث کے نام پر بپتسمہ پایا ہے۔ یہ ایسی ایک جماعت دنیا میں ہے جو نظر آتی ہے[۴] اور چند خاص نشانوں اور صفتوں سے پہچانی جاسکتی ہے اُس کے عقائد اُس کا انتظام اُس کی بخششیں اُس کے فرائض خاص ہیں۔ اُس کے عقائد کتب مقدسہ میں مندرج ہیں اور اُن کا خلاصہ عقیدوں میں بالخصُوص نکایا کے عقیدے میں مندرج ہے۔ اُس کا انتظام جس کو رسُولوں نے اپنی زندگی میں قائم کیا تھا خادمانِ دین کے اختیارات سے تعلّق رکھتا ہے اور اُس کے مُوافق

---

[۱] عبرانی ۱۱ باب۔ ۳۹ و ۴۰ آیات + [۲] دیکھو تشریح نمبر ۳ صفحہ ۱۲۰ + [۳] مکاشفہ ۶ باب ۹-۱۱- آیات + [۴] دیکھو تشریح نمبر ۴ - صفحہ ۱۲۱ +

خادمانِ دین و دیگر اہل جماعت میں فرق ہوتا ہے اور خادمان دین میں بھی باہم درجوں کا فرق ہوتا ہے۔ اُس کی بخششیں وہ رُوحانی بخششیں ہیں جو رُوح القدس خادمان دین اور دیگر اہل جماعت کو اپنے اپنے علیحدہ فرائض کے بجالانے کے لئے عطا فرماتا ہے۔

اُس کے فرائض عام طور پر تین حصّوں میں منقسم ہو سکتے ہیں اوّل مسیحی دین کی جو تعلیم خداوند نے خود اور اُس کے رسُولوں نے دی اُس کی پیروی کرنی اور اُس کو محفوظ رکھنا اور بجنسہٖ آئندہ نسلوں تک پہنچانا دوم مسیح کے نام سے خالص اور رُوحانی عبادت کرنے کے وسیلے سے خُدا کا جلال ظاہر کرنا۔ سوم کلام الٰہی کی تعلیم دینے اور سکرامنٹوں کے عمل میں لانے کے ذریعے سے اہل جماعت کی پاکیزگی کو بڑھانا اور جو کلیسیا سے باہر ہیں اُنکو مناسب طوروں سے اُسکی برکتوں میں شریک کرنا +

لیکن دنیا میں جو کلیسیا ہے اُس میں برخلاف اُس کلیسیا کے جو آسمان پر ہے ہمیشہ بدی نیکی کے ساتھ ملی ہوئی رہتی ہے۔ وہ سب لوگ جو بذریعہ بپتسمہ کے اُس میں شامل ہوتے ہیں اُس فضل سے جو اُنہیں ملتا ہے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ بعض علانیہ بدچلن۔ مسیح کی صلیب کے دشمن ہوتے ہیں۔ بعض مسیحی یگانگت کو ترک کرکے کلیسیا سے علیحدہ رہتے ہیں بعض ذی اختیار شخصوں کے حکم سے کلیسیا کی پاک رسُوم کی شرکت سے خارج کئے جاتے ہیں۔ بعض دین کے اصول پر قائم نہیں رہتے اور گمراہی کی حالت میں زندگی بسر

کرتے ہیں۔ البتہ خداوند کے وعدوں[1] سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کلیسیا اُس کی دوسری آمد تک قائم اور برقرار رہیگی اور اس کے موافق ہم دیکھتے ہیں کہ ہر زمانہ میں بلکہ اُن ایام میں بھی جب اُس کی روشنی نہایت دُھندلی ہوگئی تھی وہی اپنے نمونہ سے راستبازی اور نیکی کی نسبت دنیا میں زیادہ تر شہادت دیتی رہی ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ خاص خاص اشخاص یا مسیحیوں کی خاص خاص بڑی گروہوں کا بھی گمراہ ہونا ممکن نہیں ہے +

یہ امر بھی غور کے لائق ہے کہ کلیسیا جب عید پنتیکوست کے روز قائم ہوئی اُس وقت سے اب تک عرصہ دراز گذرا ہے اور اس عرصہ میں اُس کے پاس تجربہ کا بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔ عقائد اور دستوروں سے متعلّق بہت سے امور پہلے پہلے ایسے صاف طور پر بیان نہیں ہوئے تھے کہ اُن میں اختلاف رائے نہ ہو سکتا اور اُن کے بارے میں بہت سی بحثیں اکثر غلط تعلیم دینے والوں ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی تھیں اور کلیسیا نے بذریعہ کونسلوں کے رفتہ رفتہ اتفاق رائے کر کے اُن کا فیصلہ کیا۔ ایک ایسی جماعت جو اُنیس صدیوں کا تجربہ رکھتی ہے اپنے آپ کو پھر ابتدائی حالت میں نہیں لا سکتی۔ چونکہ اہل کلیسیا کو اس قدر تجربہ حاصل ہوگیا ہے اس لئے اُن کے ذمہ بڑی جوابدہی ہے جس سے وہ کسی طرح معذور

---

[1] دیکھو تشریح نمبر ۵ صفحہ ۱۲۱ +

نہیں ٹھیر سکتے ؛

یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ جو جوابدہی کُل کلیسیا کے ذمہ ہے اُس میں اُس کا ہر ایک حصہ بلکہ ہر ایک شخص بھی شریک ہے اس جوابدہی سے وہ کسی طرح بری نہیں ہو سکتا۔ جیسے کسی بڑی سلطنت میں اُس کا ہر ایک جزو بلکہ ہر ایک باشندہ اُس کی عزّت کا اور کسی قدر اُس کے انتظام کی درستی کا بھی ذمہ وار ہوتا ہے اسی طرح ہر ایک شخص پر کلیسیا میں شامل ہونے کی وجہ سے اُس کی نسبت ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ اور جیسے اس ذمہ واری میں سب اہل جماعت شریک ہیں اسی طرح اُن کو اُن سب حقوق میں بھی شریک ہونے کا حق حاصل ہے جو کلیسیا کو بطور امانت کے سپرد کئے گئے ہیں۔ ہر ایک خاص مسیحی جماعت[۵] کو کاتھولک بدن (یعنی کلیسیائے جامع) کا ایک چھوٹا نمونہ بننا چاہیئے اور اپنے اعضاء کو ایسے موقع دینے چاہئیں کہ وہ اُس فضل اور معرفت الٰہی سے جو ربّانی سردار نے کلیسیائے عام کو عنایت کئے ہیں پورا پورا فائدہ اُٹھا سکیں ؛

---

۵ دیکھو تشریح نمبر ۶ صفحہ ۱۲۲ ؛

دُوسرا باب

عقیدوں کے بیان میں

جو کلیسیا کے نشان پہلے باب میں مذکور ہوئے ہیں اُن میں سے ایک وہ خاص عقائد ہیں جو کتب مقدسہ میں مندرج ہیں اور بطور خلاصہ کے عقیدوں میں مذکور ہیں اور یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ جو فرائض اُس کے لئے مقرر ہوئے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے پورے پورے ایمان کا اقرار کرے اور اُس کو آئندہ زمانہ کے لوگوں تک پہنچائے +

مسیحی کلیسیا کے شروع ہی کے احوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی ایک مقدس جماعت تھی جو سب ایک عقائد رکھتے تھے۔ وہ اوّل اُن شخصوں سے بنی جو خود خُداوند کے شاگرد تھے یا جو عید پینتیکوست کے روز پاک بپتسمہ پانے کے وسیلے سے اُن میں شامل ہوئے۔ اُن کی نسبت صرف یہ ہی نہیں لکھا ہے کہ وہ آپس میں رفاقت[۱] رکھتے تھے اور عشاء ربانی کے عمل میں لانے اور دُعا مانگنے[۲] میں مشغول رہتے تھے بلکہ اُن کا رسولوں سے تعلیم پانا بھی اعمال کی کتاب میں مذکور ہوا ہے۔ جو آخر حکم خُداوند نے اپنے شاگردوں کو دیا

[۱] دیکھو تشریح نمبر ۷۔ صفحہ ۱۲۲ + [۲] دیکھو تشریح نمبر ۸ صفحہ ۱۲۲ +

اور جس کی بجاآوری کی شرط پر یہ وعدہ کیا کہ میں تمہارے ساتھ رہونگا۔
اُس کا ایک حصہ یہ تھا کہ شاگردوں کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں کو
مانیں جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہے[۵۱] - یہ حکم خداوند نے اُس وقت دیا
جب وہ چالیس دن تمام ہونے والے تھے جن میں اُس نے مختلف
موقعوں پر شاگردوں کے درمیان ظاہر ہوکر خُدا کی بادشاہت کی باتیں
اُن سے کہیں[۵۲]۔ اور بلاشبہ جو تعلیم شاگردوں نے ان دنوں میں یا اُن
سے پہلے خداوند سے پائی تھی اُسی کو دُوسروں تک پہنچانے کا اُس نے
اُنہیں حکم دیا تھا +

بعد میں رسُولوں نے اُسی حکم کے بموجب عمل کیا۔ اعمال کی جس
آیت کا اُوپر حوالہ دیا گیا اُس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بارہ رسُول فلسطین کی
کلیسیاؤں کے نئے مسیحیوں کو کیا تعلیم دیا کرتے تھے اور اس میں شک
نہیں ہو سکتا کہ رسُول پولُوس اور اُس کے ہمراہی بھی اُن کلیسیاؤں
میں جن کی بنیاد اُنہوں نے ایشیائے کوچک اور یونان اور اٹلی میں
قائم کی تھی حتے الامکان وہی تعلیم دیتے تھے چُنانچہ پولوس نے اِفسُس
کی کلیسیا کے بزرگوں سے یہ بات کہی کہ میں[۵۳] خدا کی ساری مرضی تم سے
پُورے طور پر بیان کرنے سے نہ جھجکا اور کرنتھیوں کو اُس نے یہ تحریر
کیا[۵۴] کہ میں نے ..... تم کو وہی بات پہنچادی جو مجھے پہنچی تھی۔ اور رو

[۵۱] متی-۲۸-باب-۲۰-آئت + [۵۲] اعمال-۱-باب-۳-آئت + [۵۳] اعمال-۲۰-باب
-۲۷-آئت + [۵۴] اکرنتھی-۱۵-باب-۳-آئت +

کے مسیحیوں کو اُس نے یہ کلمات لکھے جن کا آگے پھر ذکر ہوگا۔ کہ خدا کا شکر ہے تم دل سے اُس تعلیم کے تابعدار ہو گئے جس کے سانچے میں تم ڈھالے گئے تھے اور ہم کو یقین کرنا چاہیئے کہ رسُول جو تعلیم ان بڑے شہروں میں دیتے تھے وہی ہر جگہ دیا کرتے تھے۔ غرض کہ اُنہیں یقین تھا کہ ہم کو خدا کی جانب سے ایک خاص پیغام ملا ہے اور وہ اس امر میں سعی کرتے تھے کہ یہ پیغام پورے طور پر اپنے شاگردوں کو پہنچائیں +

لیکن اس بارہ میں کچھ اور بھی کہنا ضرور ہے۔ بعض اوقات یہ خیال کیا جاتا ہے اور کتب عہد جدید کے خطوں کے طور پر لکھے جانے سے اس خیال کو کسی قدر تقویت ہوتی ہے کہ پہلی صدی میں کلیسیا کا عقیدہ ایسا واضح اور غیر مشتبہ نہ تھا۔ جیسا کہ بعد میں ہو گیا۔ اگر اس رائے سے صرف یہ مطلب ہوتا کہ اُس زمانہ میں عقیدہ ایسی عبارت میں بیان نہیں ہؤا تھا جس کا غلط سمجھنا غیر ممکن تھا تو اُس پر اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن خطوں کی عبارت پر غور کرنے سے ہر ایک طالب حق پر بخوبی ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ پہلے مسیحی اپنے ایمان کے اُصُول کی نسبت کسی طرح کا شک و شبہ نہ رکھتے تھے جو الفاظ رسُولوں نے اپنے خطوں میں اپنے اور اپنے شاگردوں کے عقیدے کے لئے استعمال کئے وہ غور کرنے کے لائق ہیں۔ چند اُن میں سے یہ ہیں دین صلیب

---

[۱] رومی۔ ۶ باب ۱۷۔ آئت + [۲] گلتی ۱۔ باب ۲۳۔ آئت + [۳] اکرنتھی ۱۔ باب ۱۸۔ آئت +

۳ ۲ ۱

کی منادی - روائت - اچھی امانت - وُہ حق جس کی کلیسیا ستون اور بنیاد ہے - مسیح کی تعلیم - ایمان جو مقدسوں کو ایک ہی بار سونپا گیا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اس قسم کے الفاظ اور جملوں کا استعمال غیر ممکن ہوتا اگر اُن کے تحریر کرنے والے یہ یقین نہ کرتے کہ جو دینی واقعات اور حقائق ہم کو معلوم ہوئے ہیں اگرچہ اُن کا پُورا پُورا سمجھنا محال یا دشوار ہے پھر بھی وہ ایسے صاف اور واضح ہیں کہ عبارت میں ادا ہو سکتے ہیں۔ اور دُوسروں کو بتائے جا سکتے ہیں +

خطوں کی عبارت سے ہم یہ نتیجہ بھی نکال سکتے ہیں کہ رسُولوں کے زمانہ ہی میں کلیسیا کے عقائد اہل جماعت کی تعلیم اور تربیت کے واسطے عقیدوں میں مندرج ہو گئے تھے۔ جس آئت کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اُس سے یہ بات صاف صاف ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اُس میں ایسی تعلیم کے سانچے کا ذکر ہے جس سے رُومی مسیحیوں کی خصلت نے خاص صورت اختیار کی تھی اور رسُول پولُوس کے موجُودہ خطوں میں سے آخری خط میں بھی اس کے مطابق یہ عبارت پائی جاتی ہے جو صحیح باتیں تو نے مجھ سے سنیں اُن کا خلاصہ (یُونانی خاکہ) یاد رکھ۔ غالب ہے کہ جو حکم خداوند نے باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام پر بپتسمہ دینے کا

---

۵۱ ۲ تھسلونیکی ۲ - باب ۱۵ - آئت + ۵۲ ۱ تمتھی ۱۳ باب ۱۵ - آئت + ۵۳ ۱ تمتھی ۶ باب ۲۰ - آئت + ۵۴ ۲ یُوحنا ۹ - آئت + ۵۵ یہوداہ ۳ - آئت + ۵۶ رومی ۶ باب ۱۷ - آئت + ۵۷ ۲ تمتھی ۱ - باب ۱۳ - آئت + ۵۸ دیکھو تشریح نمبر ۹ صفحہ ۱۲۲ +

فرمایا[۱] اُسی کی بنیاد پر عقیدے ابتدا سے مرتب کئے گئے۔ صرف اُن میں ہر ایک ربانی اقنوم کے نام کے ساتھ خاص جملے اُس کا خاص کام ظاہر کرنے کے لئے بڑھا دئے گئے[۵۲]۔ چنانچہ باپ کے نام کے ساتھ اُس کے خالق ہونے کا اور بیٹے کے نام کے ساتھ اُس کے نجات دہندہ ہونے کا اور رُوح القدس کے نام کے ساتھ دل کے پاک کئے جانے کے وسائل اور مقاصد کا ذکر کیا گیا[۵۳]۔ اس طور پر دُوسری صدی کے تمام ہونے سے پہلے مغربی یُورپ کی سب کلیسیاؤں میں ایک عقیدہ جاری ہوگیا تھا جو اُس عقیدے سے جو رسُولوں کا کہلاتا ہے قریب قریب بالکل ملتا تھا۔ لیکن چوتھی صدی میں بڑی بڑی بدعتوں کے پیدا ہونے کے سبب سے عقائد کا زیادہ مفصّل عبارت میں بیان کرنا ضرور ہُوا اور کلیسیا نے نکایا کا عقیدہ عام استعمال کے لئے اختیار کیا چونکہ اس عقیدے کا بہت زیادہ حصّہ شہر نکایا کی کونسل میں جو ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی مرتب ہُوا اس واسطے وہ نکایا کا عقیدہ کہلاتا ہے لیکن وہ شہر کانسٹنٹیٹن کی کونسل تک جو ۳۸۱ء میں منعقد ہوئی مکمل نہیں ہُوا تھا[۵۴]+

نکایا کا عقیدہ خاص کر کے کاتھولک کلیسیا کا عقیدہ ہے کیونکہ صرف اُسی پر تمام کلیسیا نے بعد اس کے کہ اُس کے پیشواؤں نے ایک

---

[۱] متی ۲۸ باب ۱۹۔ آیت + [۵۲] دیکھو تشریح نمبر ۱۰ صفحہ ۱۲۳ + [۵۳] دیکھو تشریح نمبر ۱۱ صفحہ ۱۲۳ + [۵۴] دیکھو تشریح نمبر ۱۲ صفحہ ۱۲۴ +

کونسل میں جمع ہو کر صلاح و مشورہ کیا تھا پُورا پُورا اتفاق کیا جو لوگ چوتھی اور پانچویں صدیوں کی تواریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اُس پریشانی کے زمانہ میں کلیسیا کو کیسی کیسی سخت مشکلات بیرونی اور اندرونی پیش آئی تھیں اور پھر اس عقیدے پر غور کرتے ہیں جو اُس زمانہ کے دینی علماء کے صبر اور ایمان کا ایک عمدہ یادگار ہے وہ بیشک قبول کرینگے کہ کینن گور صاحب کے کلمات ذیل میں کچھ مبالغہ نہیں ہے قولہٗ یہ نتیجہ ضرور کسی پوشیدہ اثر کا ہے جو تواریخ کے ظاہری بیان سے واضح نہیں ہوتا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہُوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے الخ جو جماعت اُن حق باتوں کو جو اس عقائد نامہ میں مندرج ہیں نہ خود مانتی ہے اور نہ دُوسروں کو سکھاتی ہے وہ کاتھولک کہلانے کا واجب طور سے دعوےٰ نہیں کر سکتی - اس عقیدے سے ہم کو ایک اعلےٰ نمونہ اُس امر کا حاصل ہوتا ہے جو پہلے باب میں مذکور ہُوا تھا - یعنی یہ کہ کلیسیا نے زمانہ گذشتہ میں اُن دینی عقائد کا کس طور سے فیصلہ کیا جن کی نسبت بدعتیوں نے شک یا فاسد خیالات ظاہر کئے تھے۔ جو حق باتیں خُدا کی طرف سے ہم پر ظاہر کی گئی ہیں وہ سب نکایا کے عقیدے میں مذکور نہیں ہوئی ہیں لیکن جن کا ذکر اُس میں ہُوا ہے وہ اور سب سے بڑھ کر ہیں اور اُن کی نسبت اُس کے فیصلوں کو قطعی سمجھنا چاہیئے - البتہ یہ ممکن ہے کہ حقائق مذکورہ آئندہ زیادہ تر واضح

---

۵۸ دیکھو تشریح نمبر ۱۳ صفحہ ۱۲۴ +

کئے جائیں لیکن جو بخثیں طے ہو چکی ہیں اُن کو از سرِ نو شروع کرنا گویا خداوند کی اُس دوام موجودگی کی نسبت شک کرنا ہے جس پر کلیسیا کی حیات منحصر ہے +

اب صرف چند کلمات اس امر کی نسبت لکھنے ضرور ہیں کہ خاص عقیدے کے رکھنے اور پڑھنے سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں +

اوّل عقیدے کو دل سے پڑھنا ہر مرتبہ ہم کو خُدا کے حضور میں حاضر کرتا ہے اور عالم غیب کی وہ حقیقتیں ہم پر ظاہر کرتا ہے جن کو دنیا کے روزمرہ کے کاروبار اور شغلوں کے سبب ہم اکثر بھول جاتے ہیں۔ جتنی دفعہ ہم اُس کو پڑھتے ہیں اُتنی ہی دفعہ ہم اپنی باطنی یقین کا زبان سے اقرار کرتے ہیں اور اس طرح سے نجات کی دو شرطوں میں سے ایک کے پورا کرنے کا موقع پاتے ہیں کیونکہ کلام الٰہی میں صرف یہ نہیں لکھا ہے کہ اگر تو اپنے دل سے ایمان لائے کہ خُدا نے یسوع کو مردوں میں سے جلایا بلکہ یہ بھی مرقوم ہے کہ اگر تو اپنی زبان سے اُس کے خداوند ہونے کا اقرار کرے تو نجات پائیگا[1]۔ جس قدر زیادہ تر یقین کے ساتھ عقائدنامہ پڑھا جاتا ہے اُسی قدر بار بار اُس کے پڑھنے سے ہم کو اس بات کا زیادہ خیال ہوتا ہے کہ ہمارے کام ہمارے اقرار کے مطابق ہونے چاہئیں اور ہم اس امر میں زیادہ کوشش کرنے کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں +

دوم۔ عقیدہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم وہی ایمان رکھتے ہیں

[1] رومی ۱۰ باب ۹ آیت +

جو اور سب ایماندار رکھتے ہیں۔ وہ کاتھولک کلیسیا کی عام ملکیت ہے اور یہ
ثابت کرتا ہے کہ ہم گذشتہ زمانہ کے مسیحیوں کے ساتھ جو اب خدا کے حضور
میں آرام کر رہے ہیں اور اُن مسیحیوں کے ساتھ جو دُنیا کے مختلف قوموں
اور ملکوں میں خُداوند کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ رُوحانی اتحاد رکھتے
ہیں۔ اس سبب سے عقیدہ تنہائی کے رنج کا علاج اور تفرقہ پسند
طبیعتوں کے لئے دافع زہر ہے ÷

سوم۔ عقیدے کے قبول کرنے اور بار بار پڑھنے سے ایک اور
فائدہ حاصل ہوتا ہے یعنی یہ کہ جو حق باتیں خُدا کی طرف سے ہم پر ظاہر
کی گئی ہیں اُن سب کے یاد رکھنے میں ہم کو بڑی مدد ملتی ہے ہم اکثر فقط
اُن باتوں پر توجہ کرتے ہیں جن کو ہم پسند کرتے ہیں یا مفید سمجھتے ہیں اس
سے ہم کو نہایت رُوحانی نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ جن باتوں پر ہم غور
نہیں کرتے اُن کا خاص اثر ہمارے دلوں پر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس
خطرے سے بچنے کے واسطے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں معلوم ہوتی
کہ ایسا عقیدہ جس میں دین کے سب بڑے اصول مندرج ہیں۔
بار بار پڑھا جائے ایسا کرنا گویا ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو کر جہاں بہت
سے رستے ملتے ہیں اس بات کو یاد کرنا ہے کہ ہر ایک راہ پر چلنا اور اُس
کا حال معلوم کرنا ضرور ہے تاکہ جس ملک کا قبضہ ہم کو ملا ہے اُس کے
سب خزانے ہمارے ہاتھ آئیں ÷

چہارم۔ عقیدے سے کتاب مُقدّس کے مطالعہ اور تنہائی کی دُعا

میں بھی ہدایت حاصل ہوتی ہے اس بات کا ذکر کہ کلیسیا کو کتاب مُقدس کس لئے ملی ہے آگے کے باب میں کیا جائیگا۔ اس وقت صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ جو لوگ کتاب مقدس کے مطالعہ سے رُوحانی غذا حاصل کرنی چاہتے ہیں اُن کے لئے یہ بات نہائت مفید ہے کہ وہ نہ صرف بطور تحقیق کرنے والوں یا نکتہ چینوں کے بلکہ ایمانداروں کی طرح اُس کو پڑھیں۔ جو ایمان کے ساتھ کتب مقدسہ کا مطالعہ کرتے ہیں اُن پر بہت سے معنی اور اشارے اور راز کھل جاتے ہیں جو اَوروں سے پوشیدہ رہتے ہیں صرف ایسے لوگ نجات[۵۱] کے چشموں سے پانی بھر سکتے ہیں۔ اور دعا کی نسبت بھی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف ایسی دعائیں مانگنی واجب ہیں جو دینی عقاید کے خلاف نہ ہوں اور عبادت وہی درست ہے جو کلام ربانی کی حد سے تجاوز نہ کرے بلکہ اُن حقائق کے موافق ہو جو خدا نے ظاہر کئے ہیں اور اُن سے تقویت و تازگی پاتے رہتے[۵۲]۔ کلیسیا کی ایسی دعائیں اُس کے عقیدے[۵۳] کی تصدیق کرتی ہیں +

تیسرا باب

کتاب مقدس کے بیان میں

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ کلیسیا ایک مقدس جماعت ہے جس کو کلام الٰہی

---

[۵۱] یسعیاہ - ۱۲ - باب ۳ - آئت + [۵۲] دیکھو تشریح نمبر ۱۴ - صفحہ ۱۲۵ + [۵۳] دیکھو تشریح نمبر ۱۵ صفحہ ۱۲۵ +

اس واسطے ملا ہے کہ اُس کے ذریعے سے آدمیوں کو خُدا کی معرفت حاصل ہو اور جو واقعات اور حقیقتیں اس کلام سے معلوم ہوتی ہیں وہ پہلے ہی زمانہ سے عام فائدے اور تربیت کے واسطے خاص عقیدوں میں درج کی گئیں اب اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کل کلیسیا کو اور اُس کے ہر ایک شخص کو کتاب مُقدس سے کیا تعلق ہے +

شرُوع میں مسیحی کلیسیا کے پاس خاص اپنے کوئی مُقدّس نوشتے نہ تھے۔ البتہ اُس کو عہد عتیق کی الہامی کتابیں حاصل ہوئی تھیں اور اُن میں خُدا کی صفات کی نسبت صاف صاف تعلیم مندرج تھی اور آنے والے نجات دہندہ کی بھی خبر دی گئی تھی۔ مگر خُداوند نے کوئی تحریری ہدائتیں اپنے شاگردوں کو عطا نہیں کیں۔ اُس کا یہ منشاء تھا۔ کہ شاگردوں کو اپنے ساتھ رکھ کر اُنہیں اپنی کلیسیا کے پیشوا اور معلم ہونے کے لئے تربیت کرے۔ اور جب یہ مطلب پُورا ہو چکا تو جو کام خُدا نے اُسے کرنے کو دیا تھا وہ تمام ہو گیا۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہوتا ہے شاگردوں نے بھی اپنے خداوند کی زندگی میں اُس کے اقوال اور افعال قلمبند نہیں کئے۔ غالباً مسیح کے افعال اور اقوال سے متعلق اوّل تحریرات وہی تھیں جن کی طرف مقدس لوقا کی انجیل کے دیباچہ میں اشارہ پایا جاتا ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ بہت سے شاگردوں نے اس پر کمر باندھی کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں اُن کو ترتیب وار بیان کریں جیسا

لہ لوقا ۱۔ باب ۱ و ۲۔ آیات +

کہ اُنہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے اُنہیں ہم کو سونپا۔ اکثر لوگوں کا اب یہ خیال ہے کہ مقدس لوقا کی انجیل قریب ۸۰ء کے مرتب ہوئی اور اگر اس سے کچھ پہلے بھی لکھی گئی ہو تو بھی کلمات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شاگردوں نے خداوند کے جی اُٹھنے کے کچھ عرصہ بعد اپنے بیان ترتیب وار تحریر کئے۔ اور جہاں تک ہم کو آگاہی ہے کلیسیا نے ان تحریرات کی تصدیق نہیں کی۔ رسولوں اور اُن کے شاگردوں کا اوّل کام یہی تھا کہ وہ اپنے نمونہ اور تعلیم سے اور بشرط ضرورت دُکھ سہنے کے وسیلے سے ایمان کی خوبی ظاہر کریں۔ اور اُس کو پھیلائیں۔ مگر چند سال تک کچھ لکھنا اُن کے کام میں داخل نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ مسیحی جماعتوں کا شمار اس قدر زیادہ ہو گیا کہ رسول بذات خود اُن کا انتظام نہ کر سکتے تھے اور یہ بات بھی غالب تر معلوم ہوئی کہ خداوند اپنے پہلے شاگردوں کے وقت میں دوبارہ نہیں آئیگا بلکہ اُس کے آنے میں دیر ہوگی۔ پس اس حالت میں کچھ نیا انتظام کرنا ضرور معلوم ہُوا۔ چونکہ زبانی بیان میں غلطی کے شامل ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس خطرے کے دور کرنے کے واسطے خداوند کی دنیوی زندگی کے اور کلیسیا کے قائم ہونے کے حالات معتبر تحریرات میں درج کئے گئے اور رسولوں نے اُن کلیسیاؤں کے نام جن کے پاس وہ خود اُنکے مشکلات میں مبتلا ہونے کے وقت نہ جا سکے اور ایسے شخصوں کے نام جن کے سپرد کوئی اعلےٰ خدمت کی گئی تھی بحیثیت اپنے عہدے کے خطوط بھی تحریر کئے جن میں اُن کے واسطے ضروری

ہدائتیں درج کیں +

اس طرح سے مُقدس متی کی انجیل اُن مسیحیوں کے واسطے جو عبرانی تھے تالیف ہوئی اور مقدس مرقس کی انجیل مقدس پطرس کی تعلیم کے موافق اور مُقدس لوقا کی انجیل مُقدّس پولُوس کی تعلیم کے موافق غالباً رومی اور یُونانی مسیحیوں کے واسطے مرتب کی گئیں اور بہت برس بعد مُقدّس یُوحنّا نے جب وہ نہایت بوڑھا ہوگیا تھا اپنی عام انجیل میں خداوند کی زندگی کے واقعات اور اُن سے متعلق تقریروں کا ایک نیا سلسلہ تحریر کیا۔ رسُولوں کے اعمال کی کتاب مُقدّس لوقا کی انجیل کا گویا تتمہ ہے۔ ظاہر ہے کہ کلیسیا کے واسطے خداوند کی زندگی کے واقعات کے تحریر ہونے کے بعد یہ سب سے زیادہ ضرور تھا کہ اُس کو اپنے ابتدائی زمانہ کی معتبر تواریخ دستیاب ہو۔ اکّیس[۲۱] خط بھی اُس وقت کے ہم تک پہنچے ہیں۔ اُن میں سے تیرہ[۱۳] خط مُقدس پولوس نے دو مقدس پطرس نے۔ اور تین مُقدّس یُوحنّا نے تحریر کئے اور باقی تین میں سے دو خداوند کے بھائیوں یعنی یروشلم کے پہلے اُسقف مقدس یعقوب اور مقدس یہوداہ نے رقم کئے تیسرا عبرانیوں کے نام لکھا گیا اس کے لکھنے والے کا نام معلوم نہیں لیکن غالب ہے کہ مُقدّس پولوس کے ساتھی اپلوس نے یہ خط لکھا۔ رسُولوں اور اُن کے ہمعصروں کی موجودہ تحریروں کا سلسلہ مقدس یُوحنّا کے مکاشفہ پر جو عہد جدید میں پیشین گوئیوں کا بڑا نوشتہ ہے تمام ہوتا ہے +

ان تحریرات کو سرسری طور پر دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو اعلیٰ رتبہ ان کے لکھنے والے کلیسیا میں رکھتے تھے اُس کے سبب سے اُن تحریرات کا واجب التسلیم ہونا لازم آتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ رسُولوں کے ہمعصر اور بعد کی مسیحی جماعت نے بھی اس امر کی نسبت شہادت دی ہے اور ہر زمانہ کے نہایت اچھے مسیحیوں نے ان تحریرات کو اپنے اخلاقی و دینی تجربہ کے مطابق پایا ہے اور اُن کی تعلیم کو قبول کیا ہے۔ دوسری صدی کی مسیحی جماعت ان نوشتوں کی نسبت ایسا ہی قوی اعتقاد رکھتی تھی جیسے کہ بعد کے ہر زمانہ کے مسیحی رکھتے تھے اور اُن کا حوالہ دیا کرتی تھی۔ اُس کے اعلیٰ درجہ کے اُوستاد بھی مثلاً مقدس اگناشیوس مقدس پولی کرپ مقدس ارینوس اپنی تصنیفات کی نسبت اُن کے برابر ہونے کا دعوےٰ ہرگز نہیں کرتے تھے دوسری صدی کے لوگوں کا خاص کام اُن تحریرات کا جمع کرنا تھا جو قبول ہو چکی تھیں۔ آخر کار چوتھی صدی میں کونسلوں کے فیصلہ سے الہامی کتابوں کے مجموعہ کی ٹھیک ٹھیک حد قائم ہوئی +

اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مسیحیوں میں سے ہر ایک کو علیٰحدہ علیٰحدہ کس طور سے اور کلیسیا کو بحیثیت ایک جماعت ہونے کے کیونکر ان الہامی نوشتوں کا استعمال کرنا چاہیئے۔ اس بات کا جواب ان کتابوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ہم مختصر طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ کتب عہد جدید کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اُن سے مسیحیوں کو خدا کی یاد اور عبادت میں بہت مدد ملتی ہے اور کلیسیا اُن کے وسیلہ سے عقائد سے

متعلق بحثوں کا ایسا فیصلہ کر سکتی ہے جس میں پھر کسی طرح کی حجت باقی نہیں رہتی ✣

اوّل عہد جدید سے مسیحیوں کو خدا کی یاد اور عبادت میں بہت مدد ملتی ہے۔ ہر ایک مسیحی کو مسیح کی مانند بننا چاہئے۔ وہ مسیح کے بدن (یعنی کلیسیا) میں اسی واسطے شامل کیا جاتا ہے کہ حتے المقدور مسیح کے کامل نمونہ کی پیروی کرے۔ اُس کو اس دنیا ہی میں بقول مقدس پولوس کے عالم بالا کی چیزوں کی تلاش میں رہنا چاہئے جہاں مسیح موجود ہے۔[۱] اُس کو اپنا چال چلن خدا کے لائق بنانا چاہئے جس نے اُسے اپنے بادشاہت اور جلال میں بلایا ہے۔[۲] اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی اعلےٰ اور دشوار مقصد نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ اُس کے حاصل کرنے کے واسطے یہ شرط ضرور ہے کہ ہم خداوند کے نمونہ پر اور جو اس کے خاص شاگرد اور مسیحی دین کے پہلے معلم تھے اُن کے افعال اور اقوال پر ہمیشہ غور کرتے رہیں اگر بفرض محال کتب عہد جدید کے مطالعہ کا موقع ہم کو حاصل نہ رہے تو صرف عقیدے کے پڑھنے سے وہ مطلب نہ نکلیگا جو عہد جدید کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ البتہ عقیدے سے ہر ایک مسیحی کو کتاب مُقدّس کے صحیح معنی سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جب تک انجیل کے پورے مضامین سے آگاہی نہیں ہوتی اور ہر ایک واقعہ کا مفصل بیان عہد جدید میں نہیں

[۱] کلسی۔ ۳ باب ۱۔ آئت ✣ [۲] ۱۔ تھسلونیکی ۲ باب ۱۲۔ آئت ✣

پڑھا جاتا اور جو عقائد کی تشریح رسولوں نے اپنے خطوں میں کی ہے
اُس پر بھی غور نہیں کیا جاتا تب تک اُن عقائد کا پورا پورا اثر ایمانداروں
کے دلوں پر نہیں ہوتا +

دوم۔ کلیسیا عہد جدید کے وسیلے سے عقائد سے متعلق بحثوں
کا ایسا فیصلہ کر سکتی ہے جس میں کسی طرح کی حجت باقی نہیں رہتی جب
جب کلیسیا میں عقائد کی نسبت کسی قسم کی بحث پیدا ہوتی ہے تو اُس
کا فیصلہ عہد جدید ہی کے نوشتوں پر منحصر ہوتا ہے۔ عقائد کے بارے
میں جو نئی بات کلیسیا کی عام روایتوں کے برخلاف سکھائی جاتی ہے
وہ نئی ہونے ہی کی وجہ سے باطل ٹھہرتی ہے۔ ایمان مقدسوں کو ایک[۱]
ہی بار سونپا گیا تھا۔ اور عام طور سے کہا جا سکتا ہے کہ کلیسیا کو اُنہیں
باتوں پر اعتقاد رکھنا واجب ہے جن میں وہ تین شرطیں جو مقدس
ونسنشیوس[۲] نے قرار دیں پائی جائیں یعنی جنکو شروع سے ہر زمانہ میں ہر مقام
پر سب نے قبول کیا ہو۔ نئے عقائد کا ایجاد کرنا ایسے دین کے برخلاف
ہے جس کی بنیاد تاریخی واقعات ہیں پھر بھی ممکن ہے کہ اس امر کی
نسبت شک ظاہر کیا جائے کہ کلیسیا کس بات کی تعلیم دیتی رہی ہے
یا جس امر کی نسبت بحث ہو وہ گو عقائد میں شامل ہو یا شامل خیال
کیا جائے مگر اُس کی نسبت پہلے کبھی نہ صاف صاف تعلیم دی گئی

[۱] یہوداہ ۳۔ آئت + [۲] مقدس ونسنشیوس پانچویں صدی کے پہلے
نصف حصہ میں ملک گال میں ہوا +

ہونہ کوئی بحث ہوئی ہو۔ ایسی حالت میں کتاب مقدس سے ثبوت پیش کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور جو فیصلہ اس طرح سے ہوتا ہے وہ آخری فیصلہ ہوتا ہے۔ نکایا کی کونسل میں کلیسیا کے بزرگوں نے صرف اُس تعلیم کا حوالہ نہیں دیا جو اُن کی علیحدہ علیحدہ کلیسیاؤں میں جاری رہی تھی بلکہ بے تامل نہایت بھروسہ کے ساتھ کتب مقدسہ سے بھی ثبوت پیش کیا +

اب اگر کسی کا یہ سؤال ہو کہ جس حال میں عہد جدید کے نوشتے ایسے رسالے نہیں جو عقائد کے بیان میں تحریر کئے گئے ہوں بلکہ اُن میں یا تو خداوند کی زندگی کے یا کلیسیا کے ابتدائی زمانہ کے حالات مندرج ہیں یا وہ ایسے خط ہیں جو خاص ضروریات رفع کرنے کے واسطے لکھے گئے پس اس صورت میں جو دینی بحثیں کلیسیا میں ہمیشہ پیدا ہوتی رہتی ہیں اُن کا فیصلہ ان نوشتوں سے کیونکر ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب ان کل نوشتوں کے خاص طور اور مضمون پر غور کرنے سے مل سکتا ہے خدا نے جو کلیسیا کا نگہبان ہے اپنی کارسازی سے ایسا کیا کہ جن نوشتوں کی اُس کو کبھی ضرورت ہو سکتی تھی وہ سب محفوظ رہے چاروں انجیلیں ملکر خداوند کی پوری پوری شبیہ ہم کو دکھاتی ہیں یعنی اُس کی خصلت اور تعلیم کی ہر ایک خاص بات ہم پر ظاہر کرتی ہیں اور بطور مثال کے اُس کے ہر قسم کے افعال بھی ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں۔ اسی طرح سے رسُولوں کے اعمال کی کتاب میں اُن کے زمانہ کی مفصل تواریخ درج نہیں کی گئی ہے لیکن جنہوں نے کلیسیا کو

اوّل قائم کیا اُن کے خاص خاص کام بطور نمونہ کے بیان کئے گئے
ہیں اور اعمال اور خطوط دونو سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس پہلے زمانہ میں
انجیل نے یہودیوں اور یونانیوں اور مشرقی ممالک کے رہنے والوں
یعنی ہر قسم کے خیال کے آدمیوں میں دخل پایا تھا اور ظاہر ہے کہ
کسی زمانہ میں کوئی ایسی بحث پیدا نہیں ہو سکتی جو پہلے زمانوں کی بحثوں
میں اصُول کے لحاظ سے شامل نہ ہو اس لئے جو حق باتیں اوّل
خداوند کی زندگی اور تعلیم کے وسیلے سے ظاہر کی گئیں اور پھر پہلے
زمانہ کی کلیسیا کے کاموں سے اور بھی زیادہ واضح ہوئیں وہ ہر زمانہ
کے لوگوں کی تعلیم اور ہدایت کے واسطے بخوبی کافی ہیں۔ مذکورہ بالا
بیان سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ کلیسیا کے فرائض کتاب مقدس
سے متعلق کیا ہیں +

اوّل وہ کتاب مُقدّس کی محافظ[1] ہے اور اُس کو لازم ہے کہ اس
خزانہ کو جو اُس کے سپرد ہے اس طرح سے کھُلا رکھے کہ سب اہل جماعت
بغیر کسی روک کے اُس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ اس سوال کا
کہ یہودی کو کیا فوقیت ہے۔ مُقدّس پولوس نے یہ یہی جواب دیا تو[2]
ہر طرح سے بہت فائدہ ہے خاص کر یہ کہ خدا کا کلام اُن کے سپرد
ہوا۔ اور یہ امر تحقیق ہے۔ کہ کتب مقدسہ عبرانی زبان میں یہودیوں
کے مدرسوں میں باقاعدے پڑھائی جاتی تھیں اور یہودی بڑے

[1] مسائل دین مسئلہ ۲۰ + [2] رومی ۳۔ باب ۱ و ۲۔ آیات +

ہو کر بھی اُن کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور جب ضرورت ہوئی تو اُن کا ترجمہ
یونانی زبان میں بھی کیا گیا۔ مسیحی کلیسیا کتب مقدسہ کے بارے میں وہی
استحقاق اور ذمہ واری رکھتی ہے جو یہودی رکھتے تھے کتب عہد عتیق
اور عہد جدید دونو اُس کے سپرد ہوئی ہیں اور اُس کا یہ فرض ہے کہ اُن
کی عبارت کو تغیر و تبدل سے محفوظ رکھے اور سب اہل جماعت کو ایسا موقعہ
دے کہ وہ اصل یا ترجموں کے ذریعہ سے اُن کے مطالب و مضامین
سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ پہلی صدیوں میں کلیسیا اس باب
میں کچھ تامل نہ کرتی تھی[۱]۔

دوم۔ کلیسیا ایمان کے مقدمات کے فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتی[۲] ہے اور
جیسے بیان ہو چکا جب اس اختیار کو عمل میں لائے تو اُسے ہمیشہ کتب مقدسہ
کا حوالہ دینا چاہیئے۔ کوئی فیصلہ کسی طرح سے کیا جائے خواہ ایک کونسل
میں کل کلیسیا کے پیشوا جمع ہو کر جیسا کہ گذشتہ زمانہ میں ممکن تھا فیصلہ
کریں یا کسی قومی کلیسیا کے بشپ اکٹھے ہو کر کسی امر کی نسبت اتفاق
کریں یا یہ کہ ایسے علماء کی ہدایت سے جنہیں خدا کی رُوح ضرورت کے
وقت اسی مطلب کے لئے پیدا کرتی ہے کلیسیا میں رفتہ رفتہ کسی
امر کی نسبت درست رائے قائم ہو جائے مگر ہر حالت میں کونسلوں
اور علیحدہ علیحدہ شخصوں کا بھی یہی اصول و مطلب ہونا چاہیئے کہ
جو امور دینی عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اُن میں کتاب مقدس کی پیروی

---

[۱] رومن کاتھولک کلیسیا کا حال کا دستور قدیم زمانہ کے دستور کے بالکل خلاف ہے۔ [۲] دیکھو مسائل دین مسئلہ ۲۱

کی جائے۔ چوتھی صدی کی بڑی کونسلوں میں یہ بات عمدہ طور پر اس طرح سے ظاہر کی جاتی تھی کہ ان مجمعوں کے درمیان ایک اونچے تخت پر کتاب مقدس کا نسخہ رکھ دیا جاتا تھا۔ یہ پیروی رسولوں کے طریق و تعلیم کے مطابق ہے اور جن علماء و بزرگوں نے نہایت نازک وقتوں پر کلیسیا کی رہنمائی کی اُن کے طریق اور اصُول کے بھی موافق ہے۔ لیکن پھر بھی اس پیروی کو حد سے زیادہ طول نہیں دینا چاہیئے۔ اُس کو صرف دینی عقائد سے تعلق ہے یا اُن چند دستوروں سے جنکی نسبت کتب مقدسہ میں صاف طور پر ہدایت کی گئی ہے یا ایسی ہدایت مندرج ہے جو بشمول پہلے زمانہ کے دستور کے حکم کا مرتبہ رکھتی ہے لیکن کلیسیا کے انتظام کی جزئیات یا اس کی رسُوم و قواعد کی تفصیل یا دعاے عام کی ترتیب اُس میں شامل نہیں ہیں۔ ایسی باتوں میں ہر ایک مسیحی کو لازم ہے کہ باہمی اتحاد اور درستی انتظام اور عام فائدے کے خیال سے کلیسیا کے جس حصّہ میں شامل ہو اُس کے قواعد کا پابند رہے لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ کلیسیا کے سب حصّوں میں وہی دستور جاری ہوں۔

اس امر کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ دینی بحثوں کا از روے کتاب مقدس کے فیصلہ کیا جانا اور سب اہل جماعت کو کتاب مقدس کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا حق حاصل ہونا ایک بات ہے اور یہ کہ ہر ایک مسیحی آپ یا چند اور مسیحیوں کے ساتھ ملکر کتاب مقدس سے اپنا

عقیدہ از سر نو بنائے دُوسری بات ہے جو پہلی سے بالکل مختلف ہے۔
اگر خدا کی مرضی کے موافق عام قاعدہ یہ مقرر ہوتا کہ ہر ایک مسیحی یا ہر ایک
خاص خاص جماعت اپنا عقیدہ آپ کتب مقدسہ سے نکالے تو پہلی
صدی کے ایمانداروں کو جن کے زمانہ میں کتب عہد جدید جمع نہیں
ہوئی تھیں بمقابلہ بعد کے مسیحیوں کے بہت نقصان اُٹھانا پڑتا اور
جب تک کتابوں کا شمار پندرھویں صدی میں چھاپے کے ایجاد ہونے
کے بعد بہت زیادہ نہیں ہؤا تب تک یہ کام جو مذکورہ بالا خیال کے
موافق ہر ایک ایماندار مرد و عورت کو اور سب باتوں سے پہلے کرنا واجب
ہے ایسا دشوار ہوتا کہ اکثر آدمی اُس کو نہ کر سکتے۔ یہ باطل خیال خاص
کر اس وجہ سے افسوس کے لائق ہے کہ زیادہ تر اُسی کے سبب سے
کلیسیا کے اصلاح کے زمانے کے بعد بے شمار فرقے شمالی یورپ
میں پیدا ہو گئے ہیں اور ان میں سے اکثروں نے اب مشرقی ممالک
میں بھی اپنی شاخیں قائم کی ہیں۔ صحیح خیال جیسا کہ اوپر مذکور ہؤا
یہی ہے کہ ہر ایک مسیحی آدمی کلیسیا میں شامل ہونے کے باعث
اہل جماعت سے عقیدے کا بیش بہا خزانہ پاتا ہے اور کتب مقدسہ
کے مطالعہ میں اس عقیدے سے مدد حاصل کرتا ہے اور پھر عقیدے
کے زیادہ سمجھنے میں کتب مقدسہ سے اُس کو مدد ملتی ہے۔

چوتھا باب

عبادت کے بیان میں

ایمان کو محفوظ رکھنے اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے علاوہ کلیسیا کا یہ بھی فرض ہے کہ مسیح کے نام سے خُدا کی خالص اور روحانی عبادت کرنے کے وسیلہ سے اُس کا جلال ظاہر کرے اور بذریعہ کلام الٰہی کی تعلیم دینے اور سکرامنٹوں کے عمل میں لانے کے اہل جماعت کی پاکیزگی کو بڑھائے۔ کلام الٰہی کی تعلیم دینے کا ذکر ہو چکا ہے اب اس باب میں عبادت کا ذکر عام طور پر ہوگا۔ اور آگے کے بابوں میں سکرامنٹوں کا مفصل بیان کیا جائیگا +

انسان کی طبیعت عبادت کی طرف مائل رہتی ہے بشرطیکہ دنیوی خیالات میں بالکل مشغول رہنے یا ایسے فلسفہ کے اثر سے جس کی تعلیم دین کے مخالف ہوتی ہے مردہ نہ ہو جائے[1]۔ پس سوچنا چاہئے کہ جو عبادت اُس خدائے قادر کی کی جاتی ہے جس نے موسوی اور عیسوی شریعتیں عطا کیں اُس کے کیا معنی ہیں اور وہ کیوں کی جاتی ہے لفظ عبادت کا استعمال زیادہ وسیع معنی میں بھی اور کم

---

[1] دیکھو تشریح نمبر ۱۱ صفحہ ۱۲۷ +

وسیع معنی میں بھی ہوتا ہے۔ زیادہ وسیع معنی میں عبادت سے مراد خدا کے حضور میں کسی مقصد کے لئے حاضر ہونے سے ہے خواہ وہ مقصد قربانی پیش کرنا۔ حمد بجالانا۔ شکر ادا کرنا ہو یا گناہوں کا اقرار کرنا ہو۔ یا نعمتوں کے ملنے کے لئے التجا کرنا ہو۔ کم وسیع معنی میں عبادت سے مراد مقاصد مذکورہ میں سے پہلے مقصد کے واسطے خدا کے حضور میں حاضر ہونے سے ہے اگرچہ عبادت کے لفظ کا استعمال دونو معنی میں درست ہے لیکن یہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اعلےٰ عبادت وہی ہے جو گناہوں کے اقرار اور التجا کے کم درجہ فعلوں پر تمام نہیں ہوجاتی بلکہ اُس اعلےٰ درجے تک پہنچتی ہے جس میں عبادت کرنے والا خدا کے سامنے سرنگون ہوتا ہے اور اُس کی رُوح بوسیلہ شکر گذاری اور تعریف کے تنزل سے اپنا جوش محبت ظاہر کرتی ہے۔ ہم اکثر اپنی خود غرضی کے سبب سے اس بات کو بھول جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ عبادت کے وقت فقط ہمیں خدا سے نعمتیں حاصل ہوتی ہیں نہ یہ کہ اُس وقت ہمیں اپنے خالق و باپ خُدا کی حمد و شکر گذاری کرنے کا موقع بھی ملتا ہے۔ اس وجہ سے ہم اعلےٰ درجہ کی عبادت کرنے میں قاصر رہتے ہیں اور خدا کے حضور میں وہ نذر پیش نہیں کرتے جس سے وہ زیادہ خوش ہوتا ہے +

اب غور کرنا چاہیئے کہ مسیحی عبادت کی بنیاد خدا کی صفات اور ارادوں کا وہ اظہار ہے جو یسُوع مسیح کے وسیلے سے کیا گیا ہے اور یہ عبادت زندہ نجات

دہندہ کی وساطت سے خُدا کے حضور میں پیش کی جاتی ہے اور صرف رُوح القدس کے الہام اور مدد سے جو مسیح کے بدن یعنی کلیسیا میں رہتا ہے ہو سکتی ہے چنانچہ مرقوم ہے۔ کہ اُسی کے وسیلے سے ہم دونو کی ایک ہی رُوح میں باپ کے پاس رسائی ہوتی ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کلیسیا میں عبادت کا کوئی ایسا طریقہ درست نہیں سمجھا جا سکتا جو بیان مذکورہ بالا کے برخلاف ہو یا اُس سے تجاوز کرے مثلاً مبارک کنواری مریم کو ربانی انتظام نجات میں کتنا ہی بڑا رتبہ حاصل ہُوا ہو اُس کی طرف مخاطب ہو کر حمد کرنی یا دعا مانگنی جائز نہیں اس قسم کی عبادت کا نشان عہد جدید میں یا دعاؤں کی پُرانی ترتیبوں میں بالکل نہیں پایا جاتا اور رُوم کی کلیسیا اس سبب سے سخت الزام کے لائق ٹھیرتی ہے کہ اُس نے باوجود دیگر کلیسیاؤں کے اعتراضوں کے اس قسم کی عبادت کو بہت تقویت دی ہے اور اب بھی دیتی ہے اسی طرح عشائے ربانی میں سکرامنٹ کے اجزا یعنی روٹی اور مے کی پرستش نہیں ہونی چاہیئے۔ البتہ اُن کو بڑے ادب کے ساتھ چھونا اور ہاتھ میں لینا لازم ہے اس لئے کہ وہ ربانی فضل حاصل کرنے کے وسائل اور اُس کے ملنے کے یقین کا باعث ہیں مگر وہ تقدیس کے بعد مثل سابق کے اشیائے مخلوق کی صفت رکھتے ہیں+ عبادت کی حد کو اس طرح سے قائم کرنا عہد عتیق کی کل تعلیم کے

لہ افسی ۲ باب ۱۸۔ آیت +

موافق ہے اور جو حقیقت عالم غیب کی عبادت کی ہم پر ظاہر کی گئی ہے۔
اُس کے بھی مطابق ہے۔ موسوی شریعت کے بموجب عبادت میں فقط
اُس خدا کی طرف خطاب کیا جاتا تھا جس نے ابراہیم اور اسحاق اور
یعقوب سے عہد باندھا تھا اور اس قاعدے کے برخلاف عمل کرنے
کے سبب بنی اسرائیل کو نہایت سخت سزائیں دی گئیں[1] اور جو کیفیت
اُس عبادت کی جو آسمان پر ہمیشہ ہوتی رہتی ہے ہم کو دکھائی گئی ہے
اُس کے مطابق بھی عبادت کا مرکز فقط خُدا اور برے کا وہ تخت ہے
جس سے آب حیات کا دریا نکل کر بہتا ہے[2]۔ الغرض خدا ثالوث اقدس
ہی کو عبادت واجب ہے +

یہ بھی یاد رہے کہ مسیحی عبادت کا ہمیشہ ازلی باپ تک جو سرچشمہ
الوہیت ہے پہنچنا ضرور ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ابتدا سے مسیحیوں
نے خُداوند یسُوع سے مخاطب ہو کر اپنی دعاؤں میں بھی اور گیتوں
میں بھی اُس کو پکارا ہے یعنی اُس سے مدد مانگی ہے[3] اور درمیانی زمانوں
کے کئی عمدہ گیت ہم تک پہنچے ہیں جن میں رُوح القدس کی طرف خطاب
کیا گیا ہے[4] ایسی دعائیں اُس اعتقاد کے موافق جو کلیسیا ے جامع بیٹے

---

[1] استثنا ۴- باب وغیرہ + [2] مکاشفہ ۴ و ۵ باب و ۲۲ باب ۱- آئت اور دیکھو ۹ باب ۱۰- آئت + [3] اعمال ۷ باب ۵۹- آئت و ۹ باب ۱۴- آئت و رومی ۱۰ باب ۱۲- آئت اور دیکھو عشاے ربانی کی ترتیب میں عالم بالا پر خدا کا جلال وغیرہ جو قدیم کلیسیا کا صبح کا گیت ہے +
[4] دیکھو پریسٹوں کے تقرر کی ترتیب میں خدا روح پاک تو دل میں آ وغیرہ +

اور رُوح القدس کی الوہیت کی نسبت رکھتی ہے درست ہیں لیکن عقلمند
مسیحی یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ دعائیں فقط بیٹے اور رُوح القدس سے
علاقہ رکھتی ہیں بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کو باپ سے بھی تعلّق ہے اور اُن
میں اس قسم کے فقرے جو باپ اور رُوح القدس کے ساتھ واحد خدا جیتا
اور سلطنت کرتا ہے یا جس کی باپ اور بیٹے کے ساتھ عبادت اور تمجید
ہوتی ہے۔ اگر ظاہر نہیں کئے جاتے تو محذوف ضرور ہوتے ہیں[۵۱]

ہر ایک مسیحی کو اس عبادت میں شریک ہونے کا استحقاق حاصل
ہے اور اُس میں شریک ہونا اُس پر فرض بھی ہے۔ وہ بپتسمہ پانے اور
مستحکم ہونے کے وسیلے سے خُدا کے کاہنوں کے مقدس فرقے[۵۲] میں
شامل ہو چکا ہے اور اپنا فرض کسی نائب کی معرفت ادا نہیں کر سکتا۔
آگے کے ایک باب میں اس بات کا ذکر کیا جائیگا کہ خادمانِ دین کو
جماعت کی عبادت سے متعلق کیا خاص خدمت ملی ہے یہاں صرف
اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ خدا کی طرف سے خادمان
دین کے مقرر ہونے کی وجہ سے عام مسیحی اُن اعلےٰ فرائض کے ادا کرنے
سے دست بردار ہو جاتے ہیں جن کا بجا لانا مسیح کے بدن میں کاہن
ہونے کے سبب سے اُن پر فرض ہوتا ہے۔ بس ہر ایک مسیحی کو لازم ہے
کہ خدا کے سامنے اپنے اور اپنے بھائیوں کے گناہوں کا اقرار کرے۔
اپنی اور اُن کی ضروریات کے رفع ہونے کے واسطے دعا مانگے اور

---

[۵۱] دیکھو تشریح نمبر ۱، صفحہ ۱۲۸۔ [۵۲] ۱۔ پطرس ۲ باب ۵۔ آیت

عشائے ربانی کی یاد اور حمد اور شکر کی قربانی کے پیش کرنے میں شریک ہو۔ اور جماعت میں بھی اور خلوت میں بھی خود عبادت کا خراج خدا کے حضور میں پیش کرے[51] کوئی مسیحی اس فرض کے ادا کرنے سے کسی طرح نہیں چھوٹ سکتا[52]+

علاوہ اس کے خدا کی عبادت کا فرض عموماً پورے طور پر بغیر اس کے ادا نہیں ہو سکتا کہ جماعت کے ساتھ ملکر عبادت کی جائے بنی اسرائیل کو اس امر کی ہدایت صاف طور پر کی گئی تھی۔ اور اُن کے درمیان ہر مرد کو خدا کے پسند کئے ہوئے خاص مقام پر سال میں تین مرتبہ خداوند کی حضور میں حاضر ہونا ضرور ہونا تھا۔ صبح اور شام کے وقت قربانیوں کے پیش کرنے کا حکم بھی اُن کو ابتدا ہی میں دیا گیا تھا اور اس حکم کے ساتھ خدا نے اُن سے خاص طور پر ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ زبور کی کتاب سے خاص مقصد یہی تھا کہ بنی اسرائیل کو عبادت کرنے میں مدد ملے اور اس کتاب کے اکثر مزامیر اسی غرض سے لکھے گئے کہ جماعت عبادت کے وقت اُن کا استعمال کرے اور جب یہودیوں کے بابل سے واپس آنے کے بعد ہر جگہ جہاں وہ رہتے تھے عبادت خانے تعمیر کئے گئے تو خاص خاص مزامیر کا پڑھنا اُن کی معمولی عبادت کا ایک بڑا حصہ

۵۱۔ ۱۔ یوحنا ۱۔ باب ۹۔ آئت و فلپی ۴ باب ۶۔ آئت و ۱ کرنتھی ۱۰ باب ۱۶۔ ۱۷۔ آئت و ۱۴۔ باب ۱۶۔ آئت + ۵۲ دیکھو تشریح نمبر ۱۸ صفحہ ۱۲۶ +

قرار دیا گیا۔ مسیحی کلیسیا میں بھی شروع سے باہم ملکر عبادت کرنے کا دستور جاری رہا ہے۔ ہمارے خداوند نے خود یہ وعدہ فرمایا کہ جہاں[51] دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوتے ہیں وہاں میں اُن کے بیچ میں ہوتا ہوں[52] اور اعمال کے شروع کی ایک آیت میں جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ یہ مذکور ہے کہ پہلے شاگرد روٹی[53] توڑنے اور دعا مانگنے میں مشغول رہے اور عبرانیوں کے خط میں مسیحیوں کو ایک دُوسرے کے ساتھ جمع ہونے سے باز نہ آنیکی ہدایت کی گئی ہے[54] اور جو مسیحیوں کی سب سے پہلی تحریرات علاوہ اُن کے جو کتب مقدسہ میں شامل ہیں ہم تک پہنچی ہیں مثلاً رسُولوں کی تعلیم اور شہید جسٹن کی معذرت، اُن میں مسیحیوں کے مجمعوں کی طرف ایسے اشارے پائے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحی ان مجمعُوں میں حاضر ہونے کو اپنا فرض سمجھتے تھے اور ایک مشرک حاکم پلینی نامی کے ایک خط سے بھی جو اُس نے شہنشاہ ٹریجن کو اس بات کے دریافت کرنے کے لئے لکھا کہ اُن مسیحیوں سے جو اپنے دین کے ترک کرنے سے انکار کریں کس طرح سے پیش آنا چاہئے امر مذکورہ بالا کی ایک عمدہ شہادت حاصل ہوتی ہے۔ پس خاندان یا جماعت کے ساتھ ملکر عبادت کرنا ہر ایک مسیحی کا ایک ایسا فرض ہے جو اُس کے مسیح کے بدن کا عضو ہونے کا ضروری نتیجہ

[51] متی ۱۸ باب ۲۰ آئت + [52] دیکھو تشریح نمبر ۱۹ صفحہ ۲۸ + [53] اعمال ۲ باب ۴۲ آئت
[54] عبرانی ۱۰ باب ۲۵ آئت +

ہے۔ جو شخص اس فرض کے بجالانے میں غفلت کرتا ہے وہ نہ صرف
خدا کا قصوروار ٹھہرتا ہے بلکہ اپنے مسیحی بھائیوں کو بھی اُس امداد سے
محروم رکھتا ہے جو اُس کی عبادت میں شامل ہونے سے اُنکو حاصل ہوتی ہے
بیشک اس فرض کا ادا کرنا آسان نہیں ہے۔ جب خدا کی عبادت
بغیر خیالات کے بٹنے کے دل لگا کر کی جاتی ہے تو اُس سے بہت
خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور وہ خاص برکتیں بھی ملتی
ہیں جن کے واسطے دعا مانگی جاتی ہے لیکن بہت سی ایسی باتیں بھی
ہیں جن کے سبب عبادت میں بڑا خلل واقع ہوتا ہے۔ خدا کی طرف
دل کا راغب نہ ہونا اور دنیا کی طرف نہایت مائل ہونا ایسی عام باتیں
ہیں جن کے بیان کی کچھ ضرورت نہیں اور اکثر آدمیوں کو دنیا کے کار
و بار میں اس قدر مشغول رہنا پڑتا ہے کہ بغیر بڑی کوشش کے وہ
عبادت کے وقت بھی اپنے دلوں کو دنیا کی باتوں سے علیحدہ نہیں
کر سکتے۔ پھر ناجائز طور پر عبادت کرنے اور بے ادبی کے سرزد ہونے
کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ پس کلیسیا نے اپنا فرض سمجھا ہے۔ کہ
حتے الامکان اہل جماعت کے لئے ایسے اسباب بہم پہنچائے جن کی مدد
سے وہ اس مشکل کام کو واجب طور پر انجام دے سکیں اور ظاہر ہے
کہ ہر ایک عقلمند شخص اس قسم کی مدد کو خوشی سے قبول کریگا +

ان اسباب میں سے سب سے زیادہ مفید وہ مقرری دعائیں
ہیں جو جماعت کے استعمال کے واسطے مرتب کی گئی ہیں بہودی لوگ

خداوند کے زمانہ میں ایسی دعاؤں کا استعمال ہمیشہ کیا کرتے تھے اور جب اُن کے عبادت خانوں میں دعائیں اور کلمات برکت[۱] پڑھے جاتے تھے بیشک ہمارا خداوند بھی اکثر اُس وقت موجود ہوتا تھا اور جو دعا خُداوند نے سکھائی اُس کے جملے بھی اُنہیں دعاؤں سے لئے گئے جو یہودیوں میں مستعمل تھیں[۲]۔ اور رُوم کے اُسقف مقدس کلمنٹ کے خط سے جو رسُولوں کے زمانہ کے ختم ہونے پر لکھا گیا ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ ہی سے عشائے ربانی کے لئے دعائیں مرتب ہونی شروع ہوئی تھیں[۳] اور مشرقی ممالک کی عشائے ربّانی کی ترتیبوں کا ایک طرز پر مرتب ہونا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسُولوں نے اس طرز کو منظور کیا لیکن پھر بھی چونکہ وہ پُوری پُوری نہیں ملتیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسُولوں نے کوئی خاص ترتیب جاری نہیں کی +

پس کلیسیا کے ہر ایک حصّہ کو اپنے خاص حالات پر لحاظ کر کے ایسی دعائیں مرتب کرنی چاہئیں[۴] جو باعتبار عام اصُول کے کتب عہد جدید اور قدیم زمانہ کی ترتیبوں کے موافق ہوں اور ایسے قواعد بھی جو اُن دعاؤں کے استعمال کے لئے ضرور ہوں مقرر کرنے چاہئیں[۵]۔ دیگر اشیاء جن سے عبادت میں مدد مل سکتی ہے یہ ہیں

---

[۱] دیکھو تشریح نمبر ۲۰ صفحہ ۱۲۸ + [۲] دیکھو تشریح نمبر ۲۱ صفحہ ۱۲۸ + [۳] دیکھو تشریح نمبر ۲۲ صفحہ ۱۲۹ + [۴] دیکھو تشریح نمبر ۲۳ صفحہ ۱۲۹ + [۵] دیکھو تشریح نمبر ۲۴ صفحہ ۱۲۹ +

مناسب عمارتیں جو خدا کی عبادت کے لئے مخصوص کی جائیں اور جنکی شکل اور آرائش ایسی ہو کہ اُس سے طبیعت عبادت کی طرف راغب ہو سکے۔ یادگاری کے پاک دنوں کی جنتری۔ نشست و برخاست وغیرہ کے قواعد جیسے دعا کے وقت گھٹنوں کا ٹیکنا۔ حمد کے وقت کھڑے ہونا۔ یسُوع کا نام لئے جانے کے وقت سر کو جھکانا۔ اگرچہ یہ سب باتیں بمقابلہ دل کی حالت کے ادنےٰ ہیں پھر بھی تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی حقیقت میں فائدہ بخشتی ہیں۔ لڈن صاحب کا یہ قول نہایت دُرست ہے۔ قولہٗ عبادت مثل آدمی کے ایک خُوب صُورت رُوح ہے جو ایک ظاہری بدن میں سکونت رکھتی ہے . . . . وہ اُن چیزوں کے وسیلے سے جو نظر آتی ہیں اُن چیزوں کو ظاہر کرتی ہے جو نظر نہیں آتیں۔ وہ بوسیلہ اُس گانے کے جو کانوں سے سُنا جاتا ہے آسمانی گانے کی خبر دیتی ہے۔ وہ بے شک صرف ظاہری امُور پر مشتمل نہیں ہے کیونکہ انسان مثل حیوانوں کے صرف جسم نہیں رکھتا بلکہ وہ رُوح بھی رکھتا ہے۔ لیکن عبادت صرف باطنی امُور پر بھی مشتمل نہیں ہے۔ کیونکہ انسان مثل فرشتوں کے صرف رُوح نہیں رکھتا بلکہ وہ جسم بھی رکھتا ہے۔ عبادت بالکل انسان کی خاصیت کے موافق ہے اور وہ اُس کی ادنےٰ جسمانی طاقتوں سے اُس کی اعلےٰ رُوحانی طاقتوں کو مدد پہنچاتی ہے۔

ف دیکھو تشریح نمبر ۲۵ صفحہ ۱۳۰۔

پانچواں باب

پاک بپتسمہ کے بیان میں

کلیسیا کو اُس کے خداوند نے صرف یہی خدمت سپرد نہیں کی ہے کہ جو حق باتیں اُس پر ظاہر کی گئی ہیں اُن کو محفوظ رکھے اور اُن کی تعلیم دے اور خدائے قادر کی عبادت دنیا میں قائم رکھے بلکہ اُس کے سپرد یہ خدمت بھی کی گئی ہے کہ وہ خاص رسُوم عمل میں لاتی رہے جن سے اہل جماعت کی علیحدہ علیحدہ زندگی پر بھی اور ملی ہوئی زندگی پر بھی اثر پڑتا ہے ‌+

مُبارک ثالوث کے دُوسرے اقنوم نے جب آدمیوں کیواسطے نجات کا کام کرنے کا ارادہ کیا تو صرف اُن کے دلوں پر رُوحانی تاثیر پیدا نہیں کی بلکہ اُس نے مجسّم ہو کر آدمیوں کی طرح زندگی زمین پر گذاری اور اس کے بعد جو انسانیت اُس نے اختیار کی تھی اُسے وہ موت کے رستے سے آسمان پر خُدا کے اُس جلال میں لے گیا جو ہماری نظر سے پوشیدہ ہے - پس ادب کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مسیحیوں کو اس سبب سے کہ اُنہیں زندہ مسیح کے ساتھ جو آسمان پر ہے میل حاصل ہُوا ہے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اب دنیا میں

بھی یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہماری ساری زندگی خدا کی ہے اور اُس کی موجودگی
کی وجہ سے پاک بنی ہے اُن کی زندگی[1] مسیح کے ساتھ خدا میں چھپی ہوئی
ہے۔ اس لئے یہ بات مسیحی دین کی عام خاصیت کے مطابق ہے کہ
کلیسیا انسانی زندگی کی پاکیزگی کے قائم رکھنے کے واسطے ظاہری علامات
اور رسوم پائے اور اُن کی نہایت قدر کرے +

ان رسوم میں انجیل کے دو راز یا سکرامنٹ[2] اعلےٰ درجہ رکھتے
ہیں[3]۔ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ خداوند نے خود اُن کو مقرر کیا اور دوسرا
یہ کہ مسیحی عہد کی خاص بخشش یعنی خدا کے ساتھ بوسیلہ مسیح کے میل حاصل
ہونے کا ذریعہ یہی سکرامنٹ قرار دئے گئے ہیں بپتسمہ کے وسیلہ سے
نئی ربانی زندگی انسان میں شروع ہوتی ہے اور عشاے ربانی کے
وسیلہ سے قائم رہتی ہے۔ گناہوں کی معافی جو خدا کے ساتھ یگانگی حاصل
کرنے کے لئے ضرور ہے جداگانہ طور پر ان دونوں کے وسیلہ سے ملتی
ہے +

اس باب میں بپتسمہ کی حقیقت زیادہ مفصّل طور پر بیان
کی جائیگی +

بپتسمہ کا ظاہری نشان پانی ہے[4] اور جن کلمات کے ساتھ بپتسمہ کا دیا
جانا ضرور ہے وہ یہ ہیں باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام پر۔[5]

---

[1] کلسی ۳ باب ۳۔ آئت + [2] دیکھو تشریح نمبر ۲۶ صفحہ ۱۳۱ + [3] دیکھو تشریح نمبر ۲۷۔ صفحہ ۱۳۱ +
[4] دیکھو تشریح نمبر ۲۸ صفحہ ۱۳۲ + [5] دیکھو تشریح نمبر ۲۹ صفحہ ۱۳۲ +

بپتسمہ سے خاص فضل یہ حاصل ہوتا ہے کہ مسیح کے وسیلے سے نئی پیدائش ملتی ہے اور اُس کے ساتھ بالضرور گناہوں کی معافی بھی ملتی ہے[۱۵] +

پاک بپتسمہ کا سکرامنٹ تواریخ کی سلسلہ وار شہادت کے بموجب عید پنتی کوست کے دن سے جب رُوح القدس نازل ہُوا کلیسیا کے درمیان برابر عمل میں لایا گیا ہے۔ کتب مقدسہ میں ایسی آئتیں بے شمار ہیں جن سے اُس کا مقرر کیا جانا اور اُس کا مقصد صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔ ان میں سے چند خاص آئتیں نقل کی جاتی ہیں:

میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں۔ جب تک کوئی آدمی پانی اور رُوح سے پیدا نہ ہو وہ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا۔[۱۶] (یوحنا ۳ باب ۵۔ آئت) +

پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُنہیں باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام پر بپتسمہ دو۔ (متی ۲۸ باب ۱۹۔ آئت[۱۷]) +

توبہ کرو اور تم میں سے ہر ایک گناہوں کی معافی کے لئے یسُوع مسیح کے نام پر بپتسمہ لے۔ (اعمال ۲ باب ۳۸۔ آئت) +

اب کیوں دیر کرتا ہے اُٹھ کر بپتسمہ لے اور اس سے دعا مانگ کر اپنے گناہوں کو دھو ڈال۔ (اعمال ۲۲ باب ۱۶۔ آئت) +

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم سب نے جو مسیح یسُوع کا بپتسمہ لیا تو

۱۵ دیکھو تشریح نمبر ۳۰ صفحہ ۱۳۳ + ۱۶ دیکھو تشریح نمبر ۳۱ صفحہ ۱۳۳ + ۱۷ دیکھو تشریح نمبر ۳۲ صفحہ ۱۳۴ +

اُس کی موت کا بپتسمہ لیا پس موت کے بپتسمہ کے وسیلے سے ہم اُس کے ساتھ دفن ہوئے تاکہ جس طرح مسیح باپ کے جلال کے وسیلے سے مردوں میں سے جلایا گیا اُسی طرح ہم بھی نئی زندگی کی راہ پر چلیں۔ (رومی ۶ باب ۳ و ۴۔ آیات +

کیونکہ تم سب اُس ایمان کے وسیلے سے جو مسیح یسوع پر ہے خدا کے فرزند ہو اور تم سب مسیح کے بپتسمہ لینے والوں نے مسیح کا جامہ پہن لیا۔ (گلتی ۳ باب ۲۶ و ۲۷۔ آیات +

اُسی کے ساتھ بپتسمہ میں دفن ہوئے اور اُس میں اُس خدا کی قدرت پر ایمان لاکر جس نے اُسے مردوں میں سے جلایا اُس کے ساتھ جی بھی اُٹھے۔ (کلسی ۲ باب ۱۲۔ آئت) +

اُس نے ہم کو راستبازی کے اُن کاموں کے سبب نجات نہیں دی جو ہم نے خود کئے بلکہ اپنی رحمت کے مطابق نئی پیدائش کے غسل اور رُوح القدس کے ہمیں نیا بنانے کے وسیلے سے (ططس ۳ باب ۵۔ آئت) +

علاوہ ان آیات کے۔ اکرنتھی ۶ باب ۹ تا ۱۱۔ آئت۔ ۱۔ اکرنتھی ۱۲ باب ۱۳۔ آئت۔ افسی ۵ باب ۲۵ و ۲۶۔ آیات۔ ۱۔ پطرس ۳۔ باب ۲۱۔ آئت وغیرہ بھی دیکھو) +

ان آئتوں کی تعلیم میں کچھ شک وشبہ نہیں ہو سکتا۔ اُن سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بپتسمہ صرف ایک ایسی علامت

نہیں ہے جس سے مسیحی لوگ ہندوؤں۔ مسلمانوں اور دیگر مذہب والوں میں پہچانے جا سکتے ہیں بلکہ وہ فضل پانے کا بھی ایک ذریعہ ہے اور اُس سے نئی زندگی کی وہ بخشش ہم کو حاصل ہوتی ہے جس کے عطا کرنے کے واسطے خداوند دنیا میں آیا تھا[1]۔ اور جس کا دینا روح القدس کا خاص کام ہے۔ ہر ایک آدمی از روے پیدائش کے انسان ہونے کی وجہ سے آدم اول سے میل رکھتا ہے لیکن بپتسمہ میں اُس کو روحانی پیدائش کے ذریعے سے آدم ثانی یعنی مسیح سے میل حاصل ہوتا ہے ہر ایک آدمی از روے پیدائش کے خدا کے برگزیدہ خاندان سے باہر ہوتا ہے لیکن بپتسمہ کے وسیلے سے اُس میں شامل کیا جاتا ہے اور اُس کے کل حقوق حاصل کرتا ہے۔ ہر ایک آدمی از روئے پیدائش کے گنہگار نسل میں ہونے کے سبب سے اور نیز اپنے فعلی گناہوں کے سبب سے خدا کی نظر میں قصوروار ہوتا ہے لیکن بپتسمہ پانے پر اُسے اپنے گناہوں کی پوری معافی حاصل ہوتی ہے۔ بقول بشپ وسٹکوٹ صاحب کے خدا بپتسمہ میں ہمارے سکرامنٹ کے طور پر دفن ہونے اور جی اُٹھنے کے وسیلے سے ہم کو مسیح میں زندگی کی نعمت مفت عطا کرتا ہے +

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو تعلیم کتب مقدسہ سے اُس فضل کی نسبت ملتی ہے جو بپتسمہ کے وسیلہ سے حاصل ہوتا ہے وہ عجیب

[1] یوحنا ۳ باب ۳-۸ آئت و ۱۰ باب ۱۰ آئت وغیرہ +

موافقت اُس طرزِ کلام سے رکھتی ہے جو رسُول اپنے خطوں میں خاص کر اُس وقت اختیار کرتے ہیں جب مسیحیوں کو نیکی کی پیروی کرنے یا بدی سے باز رہنے کی ہدایت کرتے ہیں ان خطوں کے بیان کے موافق چونکہ[1] مسیحی جماعت یہودیوں کی جگہ قائم ہوئی ہے اسواسطے اُس نے اُس کے سب لقب اور حقوق حاصل کئے ہیں . . . . . . جو لوگ بپتسمہ پاکر مسیحی جماعت میں شامل ہوئے ہیں وہ سب رسُولوں کے کلام کے بموجب مقدس ہوتے ہیں یہاں تک کہ کرنتھس کی جماعت میں گو بہُت سے آدمی بداطوار اور بدچلن تھے پھر بھی وہ اس لقب سے محروم نہیں کئے گئے اسی سبب سے رسُول جب خطوں میں مسیحیوں کو بے دینی یا بدکاری کے خطرے سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں تو صرف اس بنا پر نہیں کرتے کہ ایسے کام خدا کی مرضی کے خلاف اور اُس کی ناراضگی کا سبب[2] ہیں بلکہ یہ زیادہ قوی دلیل بھی پیش کرتے ہیں ۔ کہ جو ایسے کام کرتے ہیں وہ خُدا کے اُس فضل سے جو اُن کو ملا ہے فائدہ نہیں اُٹھاتے اور جس بدن میں خدا اپنی مہربانی سے رہتا ہے ۔ اُس کو ناپاک کرتے ہیں ۔ اور جو نصیحتیں رسُول پاک بننے کے لئے کرتے ہیں وہ بھی اسی بنا پر کرتے ہیں کہ مسیحیوں کو اپنے اعلےٰ

---

[1] بشپ لائٹ فٹ صاحب کی تفسیر فلپی ۱۔باب ۱۔آئت کی + [2] اس کے مقابلہ میں دیکھو اعمال ۱۷۔باب ۳۰و۳۱۔آیات جن میں خطاب غیر مسیحیوں کی طرف ہے +

مرتبے اور حقوق کے لائق چلنا چاہئے[۵۱] اس طرح کی نصیحتوں سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا بپتسمہ پانے والوں کو درحقیقت خاص بخششیں عطا کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اُن بخششوں سے غافل رہنا زیادہ قصوروار ٹھہرنے کا باعث نہ ہوتا اور نہ بپتسمہ پانے سے پاک بننے کے لئے کچھ زیادہ ترغیب ہوتی +

یورپ کی دونو مشرقی اور مغربی کلیسیا کے علماء پہلی صدی یونہی بپتسمہ کی نسبت ہمیشہ یہی تعلیم دیتے رہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس تعلیم کے برخلاف کسی قسم کی بحث اُس زمانہ میں پیدا ہوئی[۵۲]۔ ان علماء کے اقوال نہایت صاف و صریح ہیں اور اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اُن کی تعلیم کلیسیا کے عام عقیدے کا ایک جزو تھی اور سب اُس کو قبول کرتے تھے۔ چنانچہ برنباس[۵۳] اپنے موجودہ خط میں لکھتا ہے قولہٗ۔ ہم گناہوں اور ناپاکیوں سے بھرے ہوئے پانی میں اُترتے ہیں اور نیکیوں سے بھرے ہوئے اُس سے باہر نکلتے ہیں اور ہرمس اپنی

---

۵۱ دیکھو رومی تمام ۶ باب اور ۱۔ کرنتھی ۶ باب کل بحث اور مقابلہ کے طور پر دیکھو افسی ۴ باب ۱۔ آئت و کلسی ۳ باب ۱ تا ۷۔ آئت و ۲۔ کرنتھی ۶ باب ۱۴ تا ۱۸۔ آئت و عبرانی ۱۰ باب ۲۶ تا ۳۱۔ آئت وغیرہ +

۵۲ دیکھو تشریح نمبر ۳۳ صفحہ ۱۳۴ +

۵۳ یہ برنباس نہیں ہے جو مقدس پولوس کے ہمراہ رہا لیکن اُس کا ہم نام کوئی دوسرا شخص ہے جو بعض رسولوں کا ہمعصر تھا +

کتاب چوپان میں جو بلاشبہ دوسری صدی کے ختم ہونے سے پہلے لکھی گئی یہ تحریر کرتا ہے قولہ' جب تک آدمی خدا کے بیٹے کا نام نہیں پاتا وہ موت کا وارث ہوتا ہے لیکن جب اُس پر یہ مُہر کی جاتی ہے وہ موت سے رہائی پاتا ہے اور حیات حاصل کرتا ہے اس مُہر سے مراد وہ پانی ہے جس میں اُترتے وقت آدمی موت کے اختیار میں ہوتے ہیں لیکن جب اُس سے باہر نکلتے ہیں۔ تو حیات کے وارث ہوتے ہیں اور مقدس جسٹن نامی دوسری صدی کے ایک مشہور معلم اور شہید نے جو کتاب مسیحیوں کی حمایت میں قیصر رُوم کی طرف خطاب کر کے تحریر کی اُس میں یہ لکھا قولہ' ۔ جو لوگ ہماری تعلیم کو حق سمجھتے ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں اور اُس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا اقرار کرتے ہیں اُن کو ہم کسی ایسی جگہ پر لے جاتے ہیں جہاں پانی ہوتا ہے اور وہ اُسی طور سے نئی پیدائش حاصل کرتے ہیں جس طور سے ہم نے حاصل کی تھی کیونکہ وہ جہاں کے خداوند اور باپ اور ہمارے نجات دہندہ یسوع مسیح اور رُوح القدس کے نام پر پانی میں غسل دئے جاتے ہیں اور مقدس ارینوس جو اُن بدعتیوں کا جو نوسٹک کہلاتے تھے بڑا مخالف تھا بپتسمہ کو خدا کی نسبت نئی پیدائش قرار دیتا ہے اور ترتلیان جو افریقہ کی کلیسیا میں نہایت پُر جوش اور فصیح آدمی تھا یہ لکھتا ہے قولہ' ہمارے پانی کا سکرامنٹ کیا ہی مبارک ہے جس کے وسیلہ سے ہم اپنے پہلے اندھے پن کے گناہ سے

صاف ہوکر حیات ابدی حاصل کرنے کے لئے ازادہ بنتے ہیں۔ اور مقدس کلیمنٹ جو سکندریہ کے مشہور مدرسہ علم الہٰی کا تیسری صدی کے شروع میں اعلےٰ افسر تھا یہ لکھتا ہے قولہٗ اُستاد (یعنی مسیح) آدمی کو مٹی سے بناتا ہے اور پانی سے نئی پیدائش بخشتا ہے اور رُوح سے ترقی عطا کرتا ہے اور کلام سے تعلیم دیتا ہے +

بعد کے زمانہ کے بزرگوں کے اقوال نقل کرنے ضرور نہیں ہیں چوتھی اور پانچویں صدی کے جن بڑے عالموں نے اریوس اور دیگر بدعتیوں کے سخت مقابلہ میں ایمان کو محفوظ رکھا اُن کی رائے کی نسبت کسی طرح کا شبہ نہیں ہوسکتا[ا] +

آخر کار جب ہم کونسلوں کے فیصلوں کو یاد کرتے ہیں تو ہم کو اس بات سے تعجب نہیں ہوتا کہ جس بات کی نسبت کتاب مقدس ایسی قوی شہادت دیتی ہے اور جو کلیسیا میں عموماً مانی گئی اور سکھائی گئی وہ رفتہ رفتہ عقیدے میں بھی داخل کی گئی۔ چنانچہ یہ کلمات کہ میں ایک بپتسمہ کا جو گناہوں کی معافی کے لئے ہے اقرار کرتا ہوں بے شبہ شہر کالسیڈن کی کونسل کے زمانے سے کلیسیائے جامع کے مستند عقیدے میں شامل رہے ہیں +

اگرچہ کُتب مقدسہ اور قدیم زمانہ کے علماء کی تعلیم بپتسمہ کی نسبت نہائت صاف ہے پھر بھی بعض کو اس تعلیم کا قبول کرنا دشوار معلوم

ا دیکھو تشریح نمبر ۳۴ صفحہ ۱۳۵ +

ہوتا ہے اور عنقریب سب مسیحی جو قدیمی کلیسیا سے جُدا ہو گئے ہیں۔ اُس سے انکار کرتے ہیں اسواسطے لازم ہے کہ علاوہ پاک بپتسمہ کی حقیقت کے بیان کے اس بات کا ذکر بھی کیا جائے کہ جو بپتسمہ کی نئی پیدائش کی تعلیم کتاب مقدس کے موافق ہے اُس میں کونسی باتیں شامل نہیں ہیں*

پس اوّل جاننا چاہیئے کہ مسیحی دین کے موافق جو پاک بپتسمہ کی تعلیم ہے اُس میں پانی کی طرف جادو کا سا اثر منسوب نہیں کیا جاتا کہ گویا پانی اپنے کسی قدرتی خاصہ کے سبب کسی قسم کے روحانی نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ بہُت سے مشرقی ملکوں کے مذہب والے مثلاً اس ملک میں اہل ہنود ایسی تاثیر پانی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن ایسا خیال اُس مذہب کے ابتدائی اصُول کے برخلاف ہے جو خدا کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ اُس کے موافق صرف خدا ہی فضل کا سرچشمہ اور اُس کا عطا کرنے والا ہے۔ پانی کلیسیا کے سوال و جواب کی تعلیم کے بموجب نشان اور یقین کا باعث اور وسیلہ ہے لیکن فضل کا سبب یا چشمہ نہیں ہے*

اس کے علاوہ اس بات کو بھی بخوبی ذہن نشین کرنا چاہیئے۔ کہ جو نئی پیدائش کی بخشش پاک بپتسمہ پانے کے وسیلے سے ملتی ہے وہ توبہ یا خدا کی طرف پھرنے کی بخشش سے اور مسیحی خصلت

کے رفتہ رفتہ نشوونما پانے اور کامل ہونے سے بھی جس کو رسُول نئے بنے سے تعبیر کرتا ہے بالکل علٰحدہ ہوتی ہے خُدا کی طرف پھرنا انسان کا وہ فعل ہے جس سے وہ بجائے خدا کی پاک مرضی کے خلاف عمل کرنے کے آئندہ کے لئے اُس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا مصمّم ارادہ کرتا ہے۔ یہ فعل بپتسمہ سے پہلے بھی اور اُس کے بعد بھی ظہور میں آسکتا ہے ایسے شخصوں کے حال میں جنہوں نے غیر مذہب والوں میں ہوش سنبھالا ہے یہ فعل عام قاعدے کے مطابق بپتسمہ سے پہلے واقع ہوتا ہے اور اگر کوئی خدا کی طرف پہلے سے رجُوع نہیں ہوتا تو وہ نئی پیدائش کی بخشش سے کچُھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اُس کو مسیح کے بدن کا ایک مردہ عضو تصوّر کرنا چاہیئے۔ اُس کی حالت اُس تشبیہ کے موافق جس کا خود خداوند نے استعمال کیا انگور کے درخت کی سوکھی ٹہنی کی مانند ہوتی ہے علماءِ دین کے قول کے بموجب ایسی صورتوں میں بپتسمہ کا فضل موجُود ہوتا ہے لیکن بے اثر رہتا ہے یعنی آدمی کو توبہ کرنے پر دوبارہ بپتسمہ نہیں ملتا مگر جب تک وہ توبہ نہیں کرتا اُس وقت تک درحقیقت مسیح کی نجات کی شرکت سے محرُوم رہتا ہے اور چُونکہ بپتسمہ کے باعث اُس کی ذمہ واری بڑھتی ہے اس لئے وہ زیادہ سزا کا بھی مستحق ہوتا ہے +

ایسے مسیحیوں کی حالت میں جنہوں نے بچپن میں[1] بپتسمہ پایا

---

[1] دیکھو تشریح نمبر ۳۵ صفحہ ۱۳۶ +

ہے مگر دینی تعلیم نہ پانے کی وجہ سے یا اپنی برائی کی وجہ سے خُدا سے برگشتہ رہے ہیں یہ تبدیلی بپتسمہ پانے کے بعد ظہور میں آتی ہے بیشک یہ بات بیجا ہے - چاہیئے کہ ہر ایک مسیحی بچہ دینی اصُول کی تعلیم ایسی خبرداری کے ساتھ پائے اور جو رُوحانی تاثیریں اُس پر پڑتی ہیں اُن سے ایسا فائدہ اُٹھائے کہ جب سے اُس کو عقل و تمیز حاصل ہونا شروع ہوا اُسی وقت سے وہ خُدا سے محبت کرنے لگے اور اُس کی فرمانبرداری بجا لائے لیکن افسوس اکثر ایسا نہیں ہوتا اور ایسی حالتوں میں خدا کی طرف پھرنا یا توبہ کرنا نجات حاصل کرنے کے واسطے ضرُور ہوتا ہے لیکن یہ امر اس کے خلاف یا نقیض نہیں ہے کہ بچہ کو واقع میں بپتسمہ پانے پر مسیحی زندگی کے اعلےٰ حقوق حاصل ہوتے ہیں اور اگر وہ چاہے تو جو رُوحانی طاقتیں اُسے ملتی ہیں اُنہیں شروع ہی سے کام میں لا سکتا ہے +

یہ بھی یاد رکھنا ضرور ہے کہ بپتسمہ پانے کے وقت روحانی زندگی کے حاصل ہونے کی وجہ سے کوئی مسیحی اپنے اس فرض سے دست بردار نہیں ہو جاتا کہ اپنے آپ میں مختلف مسیحی خوبیوں کے بڑھانے کے واسطے ہمیشہ کوشش کرتا رہے[۵۷] - اس کے برعکس جس طرح بدن میں جان ہونے ہی کے باعث جسم کی قوت کا بڑھانا ممکن ہوتا ہے اسی طرح رُوحانی زندگی کے حاصل ہونے ہی کے سبب سے مسیحی

---

۵۷ دیکھو تشریح نمبر ۳۶ صفحہ ۱۳۶ +

خوبیوں کو ترقی دینا ممکن ہوتا ہے۔ بیشک ہر ایک مسیحی کو لازم ہے
کہ رسول کے اس حکم کو ہر روز بجا لائے۔ کہ اس[1] جہان کے ہمشکل
نہ ہو بلکہ عقل نئی بنانے سے اپنی صورت بدلتے جاؤ تاکہ خدا کی
نیک اور پسندیدہ اور کامل مرضی تجربہ سے معلوم کرتے رہو لیکن
وہ اس مشکل کام کو لامذہب یا غیر مذہب والوں کی طرح نہیں بلکہ
دلجمعی اور قوی اُمید کے ساتھ کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں
اپنے بپتسمہ کے وسیلے سے اُن حقوق میں شریک ہوا ہوں
جو ہر ایک بچے کو آسمانی باپ کے خاندان میں حاصل ہوتے
ہیں وہ خداوند کی کامل خصلت کو اپنے لئے نمونہ بناتا ہے۔
اور جانتا ہے کہ جو زیادہ کوشش میں اُس کی پیروی کرنے
کے لئے ہر روز کرونگا اُس میں دنیا اور گناہ اور شیطان مجھ سے
سخت مخالفت کرینگے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی جانتا ہے کہ
اگر میں اپنے اقرار کے موافق وفادار رہونگا تو جو نئی اور آسمانی
زندگی کی قوت میں نے مسیح میں بوسیلہ بپتسمہ کے پائی ہے وہ
مجھے سب دشمنوں پر غالب کریگی وہ نہ تو اپنے بپتسمہ پر ایسا بھروسہ
رکھتا ہے کہ یہ خیال کرے کہ مجھے ہر روز کوشش کرنے کی ضرورت
نہیں اور نہ وہ مسیحی لڑائی میں اس بات کو بھولتا ہے کہ میں
مسیح کا عضو ہوں اور اپنے اُس خداوند سے ملا ہوا ہوں جس نے

---

[1] رومی ۱۲ باب ۲۔ آئت +

مردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد آسمان پر جلال پایا ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ ڈرتے کانپتے ہوئے اپنی نجات کا کام کرتے رہنے کے حکم سے[۵۱] غافل نہیں رہتا اور اس کے ساتھ اُس زندہ[۵۲] امید کو جس کا مقدس پطرس نے ذکر کیا اپنے دل میں قائم رکھتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خُدا کی قدرت[۵۳] سے ایمان کے وسیلہ آخری وقت میں ظاہر ہونے والی نجات کے لئے میری حفاظت کی جاتی ہے +

آخر میں اس بات کا بھی خیال کرنا چاہیئے کہ جب بپتسمہ کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اُس نئی پیدائش کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جس سے آدمی بوسیلہ رُوح القدس کے زندہ مسیح کی حیات میں شریک ہوتے ہیں تو اس سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ حیات کی بخشش فقط اُنہیں کو مل سکتی ہے۔ جو بپتسمہ پاتے ہیں۔ ہم پہلے کے ایک باب میں اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ اگرچہ مقدس پولوس نے اپنے زمانے کے مشرکین کو عموماً خدا[۵۴] کی زندگی سے خارج بتایا۔ لیکن اُس کی ایک اور عبارت[۵۵] سے مفہوم ہوتا ہے کہ اُن میں ایسے نیک شخص بھی تھے جن کی نسبت رسُول ایسے کلمات کا استعمال پسند نہ کرتا۔ پس جو توبہ کرتے

---

۵۱ فلپی ۲ باب ۱۲-آیت + ۵۲ ۱-پطرس-۱ باب ۳-آیت + ۵۳ ۱ پطرس ۱ باب ۵-آیت
۵۴ افسی ۴ باب ۱۸-آیت + ۵۵ رومی ۲ باب ۱۴ و ۱۵-آیات +

اور مسیح پر ایمان لاتے ہیں اُن کی نسبت ایسے الفاظ کا استعمال اگرچہ اُنہوں نے اب تک بپتسمہ نہ پایا ہو زیادہ تر نادرست ہے لیکن اس بات کے قبول کرنے سے گو دنیا کی حالت کچھ کم افسوس کرنے کے لائق معلوم ہوتی ہے مگر اُس سے اس بات کے حق ہونے میں ذرا بھی شک پیدا نہیں ہوتا کہ گنہگار آدمیوں کے لئے نئی پیدائش کی بخشش اور مغفرت حاصل کرنے کا معہود اور مقرری طریق یہی ہے کہ وہ بپتسمہ کے وسیلے سے مسیح کے بدن میں شامل کئے جائیں بشپ وسٹکوٹ صاحب نے جن کے اقوال ہم نے اُوپر نقل کئے ہیں اس امر کی نسبت ایسے کلمات تحریر کئے ہیں جو نہایت غور کے لائق ہیں +

قولہ حیات کی کئی قسمیں ہیں جن میں تمیز کرنی چاہئے ایک ہر آدمی کی علیحدہ حیات ہے ایک قوم کی حیات ہے۔ ایک کلیسیا کی حیات ہے اور یہ سب مختلف ہیں لیکن حقیقی وجود رکھتی ہیں۔ اور آدمی ان سب میں شریک ہو سکتے ہیں +

چونکہ مسیح نے انسانیت اختیار کی اور اُس کا مقصد کامل طور سے پُورا کیا اس لئے ہر ایک آدمی انسان ہونے کی وجہ سے ایسی ذات رکھتا ہے جس کے لئے مخلصی حاصل کی گئی ہے +

لیکن اس کے علاوہ مسیح نے آدمیوں کی ایک جماعت بھی اپنے سے خاص طور پر ملائی تاکہ اُس کا بدن بنے اور وہ اُس کے

وسیلے سے بذریعہ رُوح القدس کے اپنے کام کرتا ہے +

اس بدن میں اُس نے جی اُٹھنے کے بعد زندگی کا دم پھونکا (دیکھو مقدس یوحنا ۲۰ باب) اور آسمان پر عروج کے بعد عید پنتیکوست کے دن اُسے رُوح القدس کی بخششیں عطا فرمائیں اور فوراً اس کے بعد شمولیت کا سکرامنٹ یعنی مسیحی بپتسمہ پہلی مرتبہ عمل لایا گیا +

یہ بدن ایک مجموعی حیات رکھتا ہے۔ وہ آدمیوں کا فقط جمع ہو جانا نہیں ہے بلکہ ایک جماعت بنتا ہے اس جماعت کو دنیا کے لوگوں کیلئے ایک خاص کام ملا ہے جیسا کہ زمانہ گذشتہ میں بنی اسرائیل کو ملا تھا اور اُس کا ہر ایک عضو اُس کی مشترک زندگی کی زیادتی سے حصہ پاتا ہے اور اُس کی مشترک خدمت کی ذمہ واری میں بھی شریک ہوتا ہے +

یہ بدن بالضرور ظاہری ہے اور تواریخی واقعات سے علاقہ رکھتا ہے اور اُس میں شامل ہونے کے واسطے مسیح نے ایک ظاہری رسم مقرر کی ہے۔ الخ +

وسکوٹ صاحب کے کلمات مندرجہ بالا ایسے صاف اور واضح ہیں کہ اور زیادہ لکھنا کچھ ضرور نہیں +

اس بات میں شک نہیں ہو سکتا کہ اگر ان باتوں کا زیادہ خیال کیا جاتا کہ نئی پیدائش اور شے ہے اور خدا کی طرف رجوع ہونا اور توبہ کرنا اور ہے اور اسی طرح سے زندگی کا عام طور پر

حاصل ہونا اور بات ہے اور زندگی کی اُس خاص بخشش کا حاصل ہونا جو زندہ مسیح کے وسیلے سے ملتی ہے اور ہے تو جو تعلیم کتب مقدسہ میں بپتسمہ کی نسبت پائی جاتی ہے اُس کے قبول کرنے میں مسیحیوں کو اس قدر مشکلات پیش نہیں آتیں۔ یہ مشکلات کچھ تو اس سبب سے پیدا ہوئی ہیں کہ جن الفاظ کا استعمال کیا گیا اُن کے معنی پورے طور سے نہیں سمجھے گئے اور کچھ اس سبب سے کہ حق بات کے صرف ایک پہلو کو دیکھا گیا۔ اگرچہ مسیحی دین کی حق باتوں پر علیحدہ علیحدہ غور کیا جا سکتا ہے لیکن اکثر اُن کی صحیح حقیقت اُسی حال میں ظاہر ہوتی ہے جب اُن پر ایک ساتھ نظر ڈالی جاتی ہے اور اُن کے باہمی تعلق کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے۔ اور مسیحی سکرامنٹوں کی تعلیم کی نسبت یہ کہنا بالخصوص درست ہے +

چھٹا باب

استحکام کے بیان میں

استحکام کی رسم پاک بپتسمہ کی تکمیل ہے۔ اگرچہ عہد جدید میں اس بات کا ذکر نہیں ہوا ہے کہ رسولوں نے یہ رسم مقرر کی پھر بھی وہ ایک معمولی دستور کی طرح کل کلیسیا میں شروع ہی سے

جاری رہی ہے[51] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غالباً اُن امور میں
سے ہے جن کی نسبت خُداوند نے اپنے جی اُٹھنے کے بعد چالیس
دنوں کے درمیان[52] رسُولوں کو خاص تعلیم دی۔ سر پر ہاتھ رکھنا
مشرقی ملکوں میں قدیم زمانہ سے مروّج رہا ہے اور بنی اسرائیل
میں بھی یہ رسم اور اُس کے مشابہ سر پر تیل ڈالنے کی رسم[53] کسی خاص
خدمت کے واسطے ربّانی فضل ملنے کا نشان سمجھی جاتی تھی[54] مثلاً
یہوشع کی بابت لکھا ہے۔ کہ[55] وہ دانائی کی رُوح سے معمور تھا کیونکہ
موسیٰ نے اپنے ہاتھ اُس پر رکھے تھے۔ اس سے ظاہر ہو سکتا ہے
کہ مسیحی کلیسیا میں یہ رسم کس غرض سے مقرر کی گئی۔ ہم بیان کر چکے
ہیں کہ کلیسیا کی یہ تعلیم کہ بپتسمہ سے آدمی مسیح کے عضو خدا کے فرزند
اور آسمان کی بادشاہت کے وارث بنتے ہیں کتاب مقدس کے اور
کلیسیا کی عام روایت کے بھی موافق درست ہے لیکن جو اعلےٰ

---

[51] اعمال ۸ باب ۱۴ تا ۱۷۔ آئت و ۱۹ باب ۵ و ۶۔ آیات و عبرانی ۶ باب ۱ و ۲ آیات دیکھو تشریح نمبر ۳۷ صفحہ ۱۳۷+

[52] اعمال ۱ باب ۳۔ آیات +

[53] خروج ۳۰ باب ۳۰۔ آئت۔ ۱۔ سموئیل ۱۰ باب ۱۔ آیت ۱۔ سلاطین ۱۹ باب ۱۵ و ۱۶۔ آیات +

[54] دیکھو تشریح نمبر ۳۸ صفحہ ۱۳۸+

[55] استثنا ۳۴ باب ۹۔ آیت +

روحانی حقوق اُن کو اس طرح سے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ صرف اپنے ہی لئے نہیں حاصل ہوتے کلیسیا میں بھی جیسا کہ عام قاعدہ ہے حقوق کے ساتھ فرائض ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو حیات کی بخشش مسیح کے وسیلے سے ملتی ہے اُس کے سبب خدا کی عبادت کرنی اور آدمیوں کی بہتری کے لئے کوشش کرنی واجب ہوتی ہے اور صرف اُنہیں کو نہیں جو کلیسیا میں کسی خاص دینی عہدے پر مامور ہوتے ہیں بلکہ سب مسیحیوں کو ان فرائض کا ادا کرنا ضرور ہوتا ہے۔ رسُولوں کے قول کے بموجب سب مسیحی یکساں کاہن اور خدا کی مختلف نعمتوں کے مختار ہیں اور اُس توفیق کے موافق جو اُن کو ملی طرح طرح کی نعمتیں پاتے ہیں[۱] اور جیسے ہر ایک مسیحی کو مسیح کے بدن میں پیوند کرنا رُوح القدس کا کام ہے اسی طرح فرائض مذکورہ بالا کے انجام دینے کے واسطے بخشش عطا کرنا بھی اُسی کا کام ہے اور جو رسم خاص کر ان نعمتوں کے حاصل ہونے کے لئے مقرر کی گئی وہ استحکام کی رسم ہے +

خُداوند نے جو آخری تقریریں بالاخانہ میں کیں اُن میں زیادہ رُوح القدس ہی کی بخشش کا ذکر ہے اور جو وعدے اُن تقریروں میں ہیں وہ بلاشبہ رُوح القدس کی اُس پہلی بخشش سے بھی علاقہ

---

[۱] ا پطرس ۲ باب ۵ و ۹۔ آیات و ۴ باب ۱۰ و ۱۱۔ آیات و رومی ۱۲ باب ۶۔ آئت وغیرہ اور دیکھو ا۔ کرنتھی ۱۲ باب ۷ تا ۱۱۔ آئت +

رکھتے ہیں جو خداوند نے اپنے جی اُٹھنے کے دن شام کے وقت رسُولوں کو دی اور اُس بخشش سے بھی جو اُس نے پنتیکوست کے دن عطا کی۔ لیکن خداوند نے رُوح القدس کے جو لقب ان تقریروں میں بار بار استعمال کئے یعنی حق کی رُوح[۱] اور وکیل[۲] (یونانی فارقلیط) اُن سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کی مراد خاص کر پنتیکوست ہی کی بخشش سے تھی +

ان دونو بخششوں میں جو فرق ہے اُس کی نسبت بشپ وسٹکوٹ صاحب مقدس یُوحنّا کی تفسیر میں ان الفاظ کی شرح میں کہ رُوح القدس لو (یوحنا ۲۰ باب ۲۲۔ آئت) یہ لکھتے ہیں قولہٗ چونکہ اصل میں حرف معرفت رُوح القدس کے پہلے نہیں ہے اس لئے ان الفاظ کے یہ معنی لینے چاہئیں کہ رُوح القدس کی ایک بخشش لو یعنی نئی زندگی کی وہ طاقت جو زندہ مسیح سے صادر ہوتی ہے شاگردوں میں خداوند کی دی ہوئی اس نئی زندگی کا موجود ہونا پنتیکوست کے دن رُوح القدس کے نازل ہونے کے لئے ضروری امر تھا۔ جو رُوح خداوند نے اُن کو دی وہ اُس کی رُوح تھی یعنی وہ پاک رُوح تھی جو اُس میں رہتی ہے اُس کے وسیلے سے اُس نے اوّل اُنہیں رُوحانی زندگی بخشی اور اس کے بعد

۱؎ یُوحنّا ۱۴ باب ۱۷۔ آئت و ۱۵ باب ۲۶۔ آئت و ۱۶ باب ۱۳۔ آئت +

۲؎ یُوحنّا ۱۴ باب ۱۶ و ۲۶۔ آیات و ۱۵ باب ۲۶۔ آئت و ۱۶ باب ۷۔ آئت +

اپنے وعدے کے موافق رُوح القدس اس لئے بھیجا کہ اُن کے ساتھ رہے اور جو قوت اُن کے مختلف کاموں کے لئے درکار ہو اُن کو دے الخ۔ مسیح کے آسمان پر جانے کے بعد اور رُوح القدس کے نازل ہونے سے پہلے شاگردوں کو خداوند پر جو جی اُٹھا تھا اور دکھلائی نہ دیتا تھا پورا ایمان حاصل ہو گیا تھا۔ لیکن اُن کو اب تک وہ آسمانی بخشش نہیں ملی تھی جو مسیحی زندگی کے فرائض ادا کرنے اور خاص کر مسیحی جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلانے کے واسطے ضرور تھی اس لئے وہ یروشلم میں ٹھیرے رہے اور دعا مانگتے رہے۔ لیکن جب وقت آیا یہ بخشش بھی اُن کو ملی اور اُن کے حال سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب سے اُن کو یہ بخشش ملی تب سے وہ نبیوں کے صحیفوں کے گہرے معنی سمجھنے لگے اور اُن کو ایسی دلیری حاصل ہو گئی کہ اُنہوں نے دشمنوں کے مقابلے میں موت خوشی سے گوارا کی اور نیز اُنہوں نے ایسی قابلیت پائی کہ جو لوگ اُن کا کلام دلی توجہ کے ساتھ سنتے تھے اُن کے دلوں پر وہ اثر ڈال سکے اور اُن کو تعلیم وہدائت سے فائدہ پہنچا سکے غرضکہ اُن کو وہ سب بخششیں مل گئیں جو مسیحی زندگی کے عمدہ طور پر بسر کرنے اور کلیسیا کے پھیلانے کے لئے درکار تھیں +

لیکن مسیح کے جی اُٹھنے کے دن کی اور پنتیکوست کے دن کی بخششیں صرف پہلے شاگردوں کے ساتھ مخصوص نہ تھیں بلکہ ہر

زمانہ کے مسیحیوں کے لئے ہیں کیونکہ رُوح القدس کلیسیا میں ہمیشہ رہتا ہے اور بذریعہ مقرری وسائل کے ایمانداروں کو اپنی بخششیں عطا کرتا ہے اگرچہ ربانی بخششوں میں ذرا ذرا سے فرق نکالنے اور نامناسب طور پر اُن کی حدوں کے قائم کرنے سے باز رہنا چاہیئے۔ پھر بھی یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ بپتسمہ کی بخشش خداوند کے جی اُٹھنے کے دن کی بخشش سے اور استحکام اور خادمانِ دین کے تقرری کی بخشش پنتیکوست کے دن کی بخشش سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے +

بپتسمہ کی بخشش کا ذکر پورے طور پر ہو چکا ہے اور خادمانِ دین کے تقرری کی بخشش کا ذکر آگے کے ایک باب میں کیا جائیگا لیکن استحکام کی بخشش ان دونو بخششوں سے علیحدہ ہے اُسی کے وسیلے سے رُوح القدس جو خداوند کی انسانیت میں کامل طرح پر اُس کے بپتسمہ پانے کے وقت سے رہا[1] اپنی ہفتگانہ بخششیں مسیح کے بدن کے اعضا کو اُن کی جُدا جُدا لیاقت کے موافق عنایت کرتا ہے +

کلیسیا کے ہر ایک حصہ میں استحکام کی رسم شروع سے جاری رہی ہے لیکن اُس کے عمل میں لانے کے طریق میں بہت اختلاف واقع ہُوا ہے +

---

[1] لوقا ۳ باب ۲۱ و ۲۲۔ آیات و ۴ باب ۱۸۔ آئت و یسعیاہ۔ ۱۱ باب ۱ تا ۳۔ آئت +

بہت پہلے زمانہ سے ہاتھ رکھنے کی رسم کے ساتھ دونو مشرقی و مغربی یورپ کی کلیساؤں میں تیل کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اگرچہ جائے افسوس ہے کہ یہ پُر معنی رسم ہم میں متروک ہو گئی ہے لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ کتاب مقدس میں اُس کا حکم کہیں نہیں پایا جاتا[۵۱]۔ یونان و رُوس کی ملی ہوئی کلیسیا میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیل لگانے میں سر پر ہاتھ رکھنا شامل سمجھا گیا ہے کیونکہ مستحکم کرنے والا تیل لگانے کے علاوہ سر پر ہاتھ نہیں رکھتا[۵۲]۔ اس کلیسیا میں یہ بھی دستور ہے کہ پریسبٹ اس رسم کو بشپ کے تقدیس کئے ہوئے تیل سے عمل میں لا سکتے ہیں اس کے برخلاف رومن کاتھولک کلیسیا میں بجائے سر پر ہاتھ رکھنے کے ہر ایک مستحکم ہونے والے کے گال پر بطور اس بات کی علامت کے کہ وہ دین کے واسطے اذیت اُٹھانے کو طیار ہے آہستہ سے تھپڑ مارا جاتا ہے اور بشپ سب مستحکم ہونے والوں کو ہاتھ اُٹھا کر برکت ملنے کے لئے دعا دیتا ہے اس رسم کی علامتوں میں ان تبدیلیوں کا واقع ہونا افسوس کی بات ہے کیونکہ جو اُس کی شکل کتاب مقدس میں پائی جاتی ہے وہ زیادہ پُرمعنی ہے +

یہ بات بھی ذکر کے لائق ہے کہ پہلے زمانہ میں استحکام کی رسم بپتسمہ کے ساتھ عمل میں لائی جاتی تھی چنانچہ اب بھی مشرقی یورپ

---

[۵۱] دیکھو تشریح نمبر ۳۹ صفحہ ۱۳۹+ [۵۲] دیکھو تشریح نمبر ۴۰ صفحہ ۱۳۹+

کی کلیسیا میں دونو بالغوں اور نابالغوں کی حالت میں اور گاہے گاہے ہمارے یہاں بھی بالغوں کی حالت میں ایسا ہی ہوتا ہے مغربی یُورپ کی کلیسیا میں یہ رسمیں رفتہ رفتہ علیحدہ کی گئیں اور یہ دستور قائم ہُوا کہ بچّوں کو بچپن ہی میں بپتسمہ دیا جائے لیکن جب تک وہ سن تمیز کو نہ پہنچیں اُن پر ہاتھ نہ رکھے جائیں یہ ایک ایسی بات ہے جس کی نسبت مختلف زمانوں اور مقاموں میں مختلف طریق اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ بالتحقیق بچوں کا مستحکم ہونا نادرست نہیں سمجھا جا سکتا جس حال میں کہ خُداوند نے خود بچوں پر ہاتھ رکھ کر اُنہیں برکت دی مگر پھر بھی یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب بچے سن تمیز کو پہنچیں اور وہ عمر پائیں[1] ... جب گناہ میں پڑنے کا خطرہ شروع ہوتا ہے اور دنیوی کاروبار میں بھی اُنہیں مشغول ہونا ضرور ہوتا ہے اُس وقت اُن کیواسطے استحکام کی رسم عمل میں لائی جائے۔ یہودیوں کا یہ دستور کہ جب لڑکے کی عمر بارہ برس کی ہوتی تھی تب اُس کو ہیکل میں لاتے تھے مغربی یُورپ کی کلیسیا کے اس قاعدے کی تائید کرتا ہے اور یہ بھی غور کے لائق ہے کہ عہد جدید میں جو مثالیں مذکور ہوئی ہیں۔ اُن میں ان دو رسموں کے عمل میں لانے کے درمیان کچھ مدّت ضرور گذری تھی۔

---

[1] شاہ ایڈورڈ ششم کی پہلی دعائے عام کتاب میں استحکام کی ترتیب کا مقدمہ۔

ساتواں باب

عشائے ربانی کے بیان میں

بپتسمہ اور عشائے ربّانی کے دو سکرامنٹ آپس میں بڑا تعلق رکھتے ہیں کیونکہ وہ دونو مسیح کی اُس زندگی کے پاک راز سے علاقہ رکھتے ہیں جس سے ہر ایک اہل کلیسیا کو حصہ ملتا ہے لیکن وہ اس پاک راز کے ساتھ مختلف علاقہ رکھتے ہیں۔ بقول ایک بڑے عالم ہوکر نامی کے قولہ جو فضل ہم کو عشائے ربانی کے وسیلہ سے ملتا ہے اُس کے سبب سے زندگی شروع نہیں ہوتی بلکہ قائم رہتی ہے اس لئے کوئی شخص بپتسمہ پانے سے پہلے اس سکرامنٹ میں شریک نہیں ہوتا کیونکہ کوئی بے جان کھانا کھانے سے قوت حاصل نہیں کر سکتا۔ وہی شے بڑھتی ہے جو جان رکھتی ہے .... پس اوّل سب کے سامنے زندگی پیش کی جاتی ہے اور جن لوگوں نے بپتسمہ پانے کے وسیلے سے نئی زندگی کی بنیاد اپنے میں قائم کی ہے اور اُس کو حاصل کرنے لگے ہیں وہی عشائے ربانی سے وہ خوراک اور توانائی حاصل کرتے ہیں جو اُن کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے مقرر ہوئی ہے الخ +

عشائے ربانی کے مقرر کیے جانے کا بیان عہد جدید میں جو ایک چھوٹی سی کتاب ہے چار بار تحریر ہوا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کے صاحب الہام مصنفوں کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی رسم تھی۔ ان بیانات میں کچھ کچھ تفاوت ہے اور بلاشبہ اس کا سبب ایک یہ ہے کہ جن ارامی زبان کے الفاظ کا خداوند نے استعمال کیا اُن کا ترجمہ مختلف طرح سے کیا گیا۔ ان بیانوں میں مقدس پولوس اور اُس کے ہمراہی مقدس لوقا کے بیان زیادہ مفصل ہیں اور قریب بالکل ملتے ہیں ہم رسول پولوس کے بیان کو نقل کرتے ہیں یہ بات[ل] مجھے خداوند کی طرف سے پہنچی اور میں نے تم کو بھی پہنچا دی کہ خداوند یسوع نے جس رات وہ پکڑوایا گیا روٹی لی اور شکر کر کے توڑی اور کہا کہ یہ میرا بدن ہے جو تمہارے لئے توڑا جاتا ہے۔ میری یادگاری کے واسطے ایسا ہی کیا کرو۔ اسی طرح اُس نے کھانے کے بعد پیالہ بھی لیا اور کہا کہ یہ پیالہ میرے خون کے سبب سے نیا عہد ہے جب کبھی پیو میری یادگاری کے لئے ایسا ہی کرو۔

عبارت مذکورہ بالا کے سمجھنے میں اس بات پر غور کرنے سے مدد مل سکتی ہے کہ خداوند کے ان قولوں اور فعلوں کے سبب سے

[ل] متی ۲۶ باب ۲۶ تا ۲۹۔ آئت و مرقس ۱۴ باب ۲۲ تا ۲۵۔ آئت و لوقا ۲۲ باب ۱۹ و ۲۰ آیات و ۱۔ کرنتھی ۱۱ باب ۲۳ تا ۲۵۔ آیات + ۱۔ کرنتھی ۱۱ باب ۲۳ تا ۲۵۔ آئت +

شاگردوں کے دلوں میں کیا خیال پیدا ہوئے ہونگے۔ جب خداوند
نے فرمایا کہ یہ میرا بدن ہے جو تمہارے لئے توڑا جاتا ہے اُس وقت
فسح کے برے کا گوشت اُن کے سامنے رکھا ہُوا تھا اس لئے
اُس کا خیال اُن کے دل میں ضرور گذرا ہوگا۔ فسح یہودیوں
کی ایک خاص رسم تھی جو شریعت کے دئے جانے سے پہلے
مقرر ہوئی تھی اور اُس میں طرح طرح کی قربانیاں جو بعد میں قائم
کی گئیں شامل تھیں اور اُس کے وسیلے سے وہ عہد ہر سال
اُن کو یاد دلایا جاتا تھا جس پر قائم رہنے سے وہ اپنی برگزیدگی کے
مطلب کو پورا کر سکتے تھے۔ پس جب رسُولوں نے خداوند کے
کلمات مذکورہ بالا سنے وہ کسی قدر ضرور سمجھ گئے ہونگے کہ خداوند
یہ دعوے کرتا ہے کہ میں آپ فسح کا حقیقی برہ ہوں جس سے
میری کلیسیا کو خوراک حاصل ہوگی اور میرے شاگردوں کو میری
نسبت ایسا ہی اعتقاد رکھنا چاہئے[1] +

اور ان کلمات سے کہ یہ پیالہ میرے خون کے سبب سے نیا عہد ہے
دو باتیں اُن کو یاد آ سکتی تھیں۔ ایک تو فسح کے برے کا وہ خون
جو موسوی شریعت کے بموجب اُسی دن شام سے پہلے ہیکل
کے قربان گاہ پر بطور نذر کے ڈالا گیا تھا اور دوسرے اُن خاص
الفاظ کے سبب جو استعمال کئے گئے تھے زمانہ سلف کا ایک اور

[1] ۱۔ کرنتھی ۵ باب ۷۔ آئت +

بڑا ماجرا بھی اُن کو یاد آ سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے بعد اُن کو کوہ سینا پر شریعت کا ملنا ایک نہایت عظیم واقعہ تھا اور اُس کے ملنے کے بعد وہ سنجیدہ اور لاثانی قربانی پیش کی گئی۔ جس کا احوال خروج ۲۴ باب ۴ تا ۸۔ آئت میں مندرج ہے ان آیات میں مرقوم ہے اور موسٰے نے خداوند کی ساری باتیں لکھیں اور صبح کو سویرے اُٹھا اور پہاڑ کے تلے ایک قربانگاہ اور بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں کے حساب کے موافق بارہ ستون بنا کئے اور اُس نے بنی اسرائیل کے جوانوں کو بھیجا اور اُنہوں نے سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامی کے ذبیحے بیلوں سے خداوند کے لئے ذبح کئے۔ اور موسٰے نے آدھا خون لیکے باسنوں میں رکھا اور آدھا قربان گاہ پر چھڑکا۔ پھر اُس نے عہدنامہ لیا اور لوگوں کو پڑھ کے سنایا۔ وے بولے کہ سب کچھ جو خداوند نے فرمایا ہے ہم کرینگے اور تابع رہینگے۔ موسٰے نے اُس لہو کو لیکے لوگوں پر چھڑکا اور کہا یہ لہو اُس عہد کا ہے جو کہ خداوند نے ان باتوں کی بابت تمہارے ساتھ باندھا ہے۔ چونکہ اس واقع سے ہر ایک یہودی بخوبی آگاہ تھا اس واسطے جب خداوند نے اپنے شاگردوں سے جنہوں نے بچپن سے شریعت کی تعلیم پائی تھی کہا کہ یہ عہد[۱] کا میرا خون ہے یا یہ میرے[۲] خون کے سبب سے نیا عہد ہے تو اُنہیں

[۱] مقدس متی و مقدس مرقس + [۲] مقدس لوقا و مقدس پولوس +

بالضرور موسٰے کے کلمات مرقومہ بالا جو اُس نے حورب کے پہاڑ پر کہے تھے یاد آئے ہونگے اور وہ سمجھ گئے ہونگے کہ خداوند بوسیلے اپنے خون کے ہمارے اور اور سب آدمیوں کے لئے ایک نیا عہد بجائے موسٰے کے عہد کے قائم کر رہا ہے +

غالباً خداوند کے مذکورہ بالا قولوں اور فعلوں کے باعث اُس کے شاگردوں کو جو یہودی تھے اور باتیں بھی جو شریعت کی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں یاد آئی ہونگی جیسے من۔ نذر کی روٹیاں اور میدے کی نذریں جن کے ساتھ اکثر اوقات مے بھی چڑھائی جاتی تھی اور اُن کو یہ بھی خیال ہوا ہوگا کہ کس طرح خداوند نے جب اپنے عہد کی دائمی رسم مقرر کی تو اُس نے اُس عہد کی عام خاصیت کے موافق اس رسم کے لئے جانوروں کی دردناک قربانیاں مقرر نہیں کیں بلکہ شریعت کی نذروں کی وہ چیزیں جو آدمی زمین کی پیداوار سے بوسیلہ اپنی محنت اور ہنر کے اپنے روزمرہ کے کھانے کے لئے طیار کرتا ہے علامت کے طور پر معین کیں +

اس طرح کے خیالات اُن شاگردوں کے دلوں میں جو عشائے ربانی کے مقرر کئے جانے کے وقت موجود تھے آئے ہونگے لیکن علاوہ اُن خیالات کے خداوند کے عجیب کلمات سننے کے باعث اُنہیں اُس کی وہ تقریر بھی ضرور یاد آئی ہوگی جو اُس نے قریب

---

[1] خروج ۲۹ باب ۴۰۔ آیت و گنتی ۱۵ باب ۹ و ۱۰۔ آیات +

ایک سال پہلے پانچ روٹیوں سے پانچہزار آدمیوں کو کھلانے کے
معجزے کے بعد زبان مبارک سے فرمائی تھی۔ اُس تقریر میں
اُنہوں نے ایسے کلمات سنے تھے جو زیادہ تر حیرت انگیز اور دشوار
معلوم ہوتے گئے تھے اور اس بعید الفہم وعدے پر ختم ہوئے تھے
کہ جو میرا گوشت[1] کھاتا اور میرا خون پیتا ہے وہ مجھ میں قائم رہتا
ہے اور میں اُس میں۔ پس جب اُنہوں نے اس وقت بالآخر
میں یہ کلمات سنے۔ کھاؤ۔ پیو یہ میرا بدن ہے۔ یہ میرا خون ہے
تو اُن کو ضرور یقین ہُوا ہوگا کہ خداوند کے مذکورہ بالا وعدے
کے پورے پورے معنی کچھ ہی ہوں لیکن وہ اب ایک ایسی رسم
مقرر کر رہا ہے جس سے خاص مقصد یہ ہے کہ جن بڑی روحانی
بخششوں کا اُس نے ذکر کیا تھا اُن کو ہم حاصل کریں ٭

اس بات کو یاد رکھنا کہ موسوی شریعت میں اور خداوند کی
پہلے کی تعلیم میں بھی عشائے ربانی کی رسم کے لئے اور اس لئے
کہ شاگرد اُن کلمات کو سمجھ لیں جو اس رسم کے مقرر ہونے کے
وقت استعمال کئے گئے کیا طیاری کی گئی تھی نہایت فائدہ مند
ہے۔ پس اس کو پیش نظر رکھ کر ہم اب اس پاک سکرامنٹ
کے اندرونی معنی و مقصد کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرینگے
اس رسم کے مقرر ہونے کے احوال سے دو باتیں صاف صاف

---

[1] یوحنا ۶ باب ۵۶ آئت دیکھو تشریح نمبر ۱۴ صفحہ ۱۴۰ ٭

ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اُس کے ذریعے سے ایماندار لوگ خداوند کے ساتھ اور بوسیلہ خداوند کے آپس میں بھی زیادہ اتحاد حاصل کر کے علیحدہ علیحدہ رُوحانی خوراک اور تقویت پاتے ہیں اور دوسرے یہ کہ وہ ایک فعل ہے جس کو سب اہل کلیسیا ملکر بطور یادگاری کے کرتے ہیں اگرچہ ان دونو باتوں میں نہایت باہمی تعلق ہے لیکن پھر بھی اُن کا جُدا جُدا بیان کرنا ممکن ہے +

اوّل ایسے الفاظ خیال میں نہیں آسکتے جن سے زیادہ تر باہمی اتحاد و شارکت ظاہر ہو بہ نسبت اُن کے جن کا خداوند نے استعمال کیا جبکہ یہ فرمایا کہ میرا گوشت کھاؤ اور میرا خون پیو۔ کسی پہلے تعلیم دینے والے نے کبھی اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کئے کیونکہ کسی کو وہ تعلق اپنے شاگردوں کے ساتھ نہ تھا جو خداوند اپنے شاگردوں کے ساتھ رکھتا ہے۔ خداوند یسوع کو مجسّم کلام اور آدم ثانی ہونے کے باعث ویسا ہی تعلق اپنی کلیسیا سے ہے جیسا آدم اوّل کو کل نسل انسان سے ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ جس رُوحانی نئی زندگی کے دینے کے واسطے خداوند آیا تھا اُس کا وہ صرف سرچشمہ ہی نہیں ہے بلکہ اُس زندگی کا کل دار و مدار اُسی پر ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ [۱] کلام مجسّم ہوا اور ہمارے درمیان خیمہ کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اُس کی معموری میں سے ہم سب نے پایا یعنی فضل پر فضل جو خاص

[۱] یوحنا ۱ باب ۱۴ و ۱۶۔ آیات +

ذاتی تعلق مسیح کو اُس کی کلیسیا اور ہر ایک اہل جماعت کے ساتھ ہے اُسی پر عشاے ربانی کی بخشش کا حاصل ہونا موقوف ہے علاوہ اس کے جب خداوند نے عشاے ربانی مقرر کیا اُس کی موت بہت ہی قریب تھی چند ساعت کے بعد اُس کا خون جہان کو زندگی حاصل ہونے کے لئے بہنے والا تھا۔ پس جس وقت صلیب اُس کی نگاہ کے سامنے تھی اُس نے نہ فقط اپنے بدن کا بلکہ اپنے خون کا بھی سکرامنٹ مقرر کیا اور گناہوں کی معافی کا وعدہ خاص کر اپنے خُون کے ساتھ منسوب کیا[۱] ۔

اس سے کتاب احبار کے کلمات ذیل کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بدن کی حیات لہو میں ہے تو میں نے مذبح پر وہ تم کو دیا ہے کہ اُس سے تمہاری جانوں کے لئے کفارہ ہو کیونکہ وہ جس سے کسی جان کا کفارہ ہوتا ہے سو لہو ہے[۲] ۔

ایسے خیالوں سے خداوند کے کلمات کا مقصد ہماری سمجھ میں کسی قدر آسکتا ہے اور ہمارا یہ یقین کرنا درست ثابت ہوتا ہے۔ کہ عشا میں ابن آدم بذات خود فے الواقع موجود ہوتا ہے مگر نہ جسمانی یا محدود طور پر اور ایا ندار صرف بطور علامت کے نہیں بلکہ درحقیقت اور یقیناً اُس کے بدن اور خون کی شرکت کے وسیلے سے اُسے کھاتے ہیں۔ خداوند کے کلمات باغنبار اپنے

---

[۱] دیکھو تشریح نمبر ۴۴ صفحہ ۴۰ [۲] احبار ۱۷ باب ۱۱ آئت ۔

اصلی مطلب کے ہر زمانہ کے واسطے ہیں وہ جیسے پہلے عشا پر ویسے ہی سب سے پچھلے عشا پر صادق آتے ہیں خداوند ہمیشہ ذبح کیا ہُوا برہ ہے اُس کی قربانی ایک ایسا چشمہ ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے اور کبھی خالی نہیں ہو سکتا ۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ جن یہودیوں نے یہ دریافت کیا کہ یہ شخص اپنا گوشت ہمیں کیونکر کھانے کو دے سکتا ہے خُداوند نے اُن کی بد اعتقادی کے سوال کا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ وہی بات جو پہلے کہی تھی زیادہ مشکل کلمات میں پھر کہی[1] اور اُن کے رخصت ہونیکے بعد جب صرف اُس کے چند شاگرد موجود رہے اُس نے بیان کے طور پر یہ کہا کیا[2] تم اس سبب سے ٹھوکر کھاتے ہو ۔ اگر تم ابن آدم کو اوپر جاتے دیکھو گے جہاں وہ پہلے تھا تو کیا ہو گا زندہ کرنے والی شے رُوح ہے ۔ جسم سے کچھ فائدہ نہیں ۔ جو باتیں میں نے تم سے کہی ہیں وہ رُوح ہیں اور زندگی بھی ہیں ۔ ہمارے خداوند نے اپنے کلمات کی اس تشریح کے وسیلے سے ہمیں بتا دیا کہ عام طور کا کھانا جس کا خیال عبادت خانہ میں لوگ کر رہے تھے کچھ روحانی فائدہ نہیں بخش سکتا ۔ اُس نے ہم پر یہ بھی ظاہر کیا کہ اُس کے کلمات درحقیقت اُس روحانی خوراک سے تعلق رکھتے تھے جو رُوح القدس ہم کو دیتا ہے اور جس سے ہماری رُوح کی زندگی

---

[1] یوحنا ۶ باب ۵۱ تا ۵۳ ۔ آیت ۔ [2] یوحنا ۶ باب ۶۱ تا ۶۳ ۔ آیت دیکھو تشریح نمبر ۳۴ صفحہ ۱۴۱ ۔

قائم رہتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ اُس نے بذریعہ کلمات مذکورہ کے اپنے شاگردوں کو یاد دلایا کہ میں عالم غیب سے آیا تھا اور اب پھر وہیں جانے والا ہوں اور اس واسطے میرے وعدے کا پورا ہونا بھی اس ظاہری عالم سے نہیں بلکہ اُس رُوحانی عالم ہی سے علاقہ رکھتا ہے[1] +

پس عشا سے متعلق بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے بیان کرنے کی ہم کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ جو ربانی بخشش اُس کے وسیلے سے ملتی ہے اُس کی پُوری پُوری حقیقت اور یہ کہ ظاہری علامت کو آسمانی فضل کے ساتھ کیا تعلق ہے اور پھر یہ کہ خداوند کس طرح سے ہمارے ساتھ موجود ہوتا ہے یہ سب ایسے راز ہیں جو کلام الٰہی میں بخوبی ظاہر نہیں کئے گئے ہیں[2] لیکن اس قدر جاننا ہمارے لئے کافی ہے کہ ہر عشا میں جو واجب طور سے عمل میں لایا جاتا اور لیا جاتا ہے اُس تمثیل کے گہرے معنی کے موافق جو خداوند نے اس رسم کے مقرر کرنے کے بعد ہی فرمائی ہم اُس میں قائم رہتے ہیں۔ اور وہ ہم میں جیسے انگور کی ڈالیاں انگور کے درخت میں[3] اور اُسکی یہ آخری دعا کہ میں اُن میں ہوں اور تو مجھ میں ہوتا کہ وہ کامل ہو کر ایک ہو جائیں زیادہ زیادہ پوری ہوتی جاتی ہے[4] +

---

[1] دیکھو تشریح نمبر ۴ صفحہ ۱۴۱ + [2] دیکھو تشریح نمبر ۵ صفحہ ۱۴۲ + [3] یوحنا ۱۵ باب ۱ تا ۵ آئت + [4] یوحنا ۱۷ باب ۲۳ آئت +

اگرچہ ہماری موجودہ طاقتیں اس قابل نہیں ہیں کہ خدا کے کام کرنے کے طور کو عشائے ربانی کی حالت میں اور دوسری حالتوں میں دریافت کرسکیں لیکن جو فائدے اُس کے کاموں سے ہم کو پہنچتے ہیں وہ ہم آسانی سے معلوم کرسکتے ہیں۔ بقول علامہ ہوکر نامی کے ہم عشا میں خدا کی بخشش ایسی طرح سے پاتے ہیں کہ ہم اُس کے فضل سے جانتے ہیں کہ خدا ہم کو کیا فضل عطا کرتا ہے۔ جس قدر ترقی ہم پاکیزگی اور نیکی میں کرتے ہیں اُس کو دیکھتے اور جانچ سکتے ہیں الخ۔ جو تقویت اور تر و تازگی رُوح کو مسیح کے بدن اور خون سے حاصل ہوتی ہے اُس کا تجربہ ہر ایک شخص کو ہوسکتا ہے اسی طرح ہم عشا کی دوسری برکت کو بھی جس پر مُقدّس پولوس نے کرنتھیوں کے نام اپنے پہلے خط میں اس قدر زور دیا ہے بخوبی جان سکتے ہیں یعنی جو آدمی بپتسمہ کے وسیلے سے مسیح میں ملکر ایک ہو گئے ہیں اُن میں عشا کی شرکت سے باہمی اتحاد کا بڑھتے رہنا ہم کو معلوم ہو سکتا ہے۔ وہ برکت کا پیالہ جس پر ہم برکت چاہتے ہیں کیا مسیح کے خون کی شراکت نہیں وہ روٹی جسے ہم توڑتے ہیں کیا مسیح کے جسم کی شراکت نہیں کیونکہ گو ہم بہت سے ہیں پھر بھی ایک روٹی اور ایک جسم ہیں اسلئے کہ ہم سب ایک ہی روٹی میں شریک ہوتے

سلہ ۱۔ کرنتھی ۱۰ باب ۱۶ و ۱۷۔ آیات

ہیں۔جب ہم روحانی ترقی کا تجربہ کرتے ہیں تو اس بات کا یقین کرنا دشوار نہیں ہوتا کہ جو باطنی زندگی ہم میں عشا کے وسیلے سے قائم رہتی اور ترقی پاتی ہے اُس کو خُدا کے مقرر کئے ہوئے دن پر ایسا ایک جسم بھی ملیگا جو آسمانی اور رُوحانی عالم کے لائق ہوگا[۱] خداوند کے کلمات ذیل اس یقین کی تائید کرتے ہیں۔جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُسی کی ہے اور میں اُسے آخری دن پھر زندہ کرونگا۔کیونکہ ان کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ راستبازوں کی قیامت کو اُس رُوحانی کھانا کھانے سے جس کا مقرری وسیلہ عشا ہے درحقیقت کچھ تعلق ہے اگرچہ یہ بھی ایک راز ہے کیونکہ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ان دونو باتوں میں کیا علاقہ ہے لیکن اس کا سمجھنا دشوار نہیں ہے کہ تمام و کمال مسیح کے وسیلے سے تمام و کمال انسان یعنی رُوح و جسم دونو کا تمام و کمال نجات حاصل کرنا ہی خدا کی اُس محبت اور قدرت کے لائق ہے جس کی تعلیم انجیل دیتی ہے اور اُسی سے جو گناہ کے نتیجے خدا کی مخلوقات میں دور و دراز تک پھیلے ہوئے ہیں اُن کا پُورا پُورا تدارک ہو سکتا ہے *

دوم عشا ایک رسم ہے جس کو ہمیشہ بطور یادگاری کے عمل میں لانا چاہیئے ہمارے خداوند نے صرف یہ نہیں کہا کہ یہ میرا

[۱] دیکھو تشریح نمبر ۷۴ صفحہ ۱۴۴ + [۲] یُوحنا ۶ باب ۵۴۔آیت +

بدن ہے۔ یہ میرے خون کے سبب سے نیا عہد ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ میری یادگاری کے واسطے ایسا ہی کیا کرو۔ بعض کا خیال ہے کہ یونانی لفظ پوآئے آئی ٹے (کیا کرو) کے معنی اس مقام پر عہد عتیق کے یونانی ترجمہ کے اکثر استعمال کے موافق قربانی پیش کرنے کے لینے چاہئیں لیکن یہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا عشا کی یونانی ترجموں میں اور یونانی علماے دین کی تصنیفات میں[۱] سوائے شاید ایک دو مقام کے یہ لفظ اس معنی میں استعمال نہیں کیا گیا اور ظاہر ہے کہ اگر عشاے ربّانی کے مقرر ہونے کے بیان مندرجہ انجیل میں وہ اس لفظ کے یہ معنی لیتے تو ضرور اس معنی میں اُس کا استعمال بھی کرتے۔ پس بہتر ہے کہ اس لفظ کے معنی عمل میں لانے کے سمجھے جائیں اور یہ مطلب لیا جائے کہ اس رسم کے لوازمات عمل میں لاؤ یعنی لو۔ شکر کرو۔ توڑو تقسیم کرو۔ کھاؤ۔ اور پیو۔ جیسے خدا کے حکم سے موسےٰ نے بنی اسرائیل سے کہا فسح[۲] کی رسم یہ ہے ...... اسرائیل کی ساری جماعت اُس پر عمل کرے۔ اسی طرح خداوند کے حکم کے بموجب کل مسیحی کلیسیا کے لئے یہ فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ عشا کی رسم عمل میں لائے۔

یونانی لفظ اینامنی سس (یادگاری) عہد عتیق میں بھی

---

[۱] دیکھو تشریح نمبر ۷ صفحہ ۱۴۷۔ [۲] خروج ۱۲ باب ۴۳ و ۴۷ آیات۔

استعمال کیا گیا ہے خاص کر ایسی رسموں کے متعلق جو خُدا کی حضور میں یادگاری کے لئے عمل میں لائی جاتی تھیں چنانچہ مرقوم ہے کہ لوبان[۱] نذر کی روٹیوں پر رکھا جائے تاکہ وہ روٹی پر یادگاری کے لئے رہے کہ آگ کی قربانی خداوند کے لئے ہو۔ اور گنتی ۱۰ باب ۱۰ آیت میں نرسنگوں کی نسبت جو عیدوں پر پھونکے جاتے تھے یہ مرقوم ہے تاکہ وے تمہارے خداوند کے حضور تمہاری یادگاری ہوں۔ ان دونو مقاموں میں عہد عتیق کے یونانی ترجمہ میں وہی لفظ اینامنی سس مستعمل ہُوا ہے جو انجیل کے لکھنے والوں نے استعمال کیا جب خُداوند کے وہ کلمات رقم کئے جو اُس نے عشا مقرر کرنے کے وقت فرمائے تھے پھر وہی عبرانی لفظ جس کا ترجمہ یونانی میں اینامنی سس عبارات منقولہ بالا میں کیا گیا اُس دن کی بابت مستعمل ہُوا ہے جس پر عید فسح عمل میں لائی جاتی تھی چنانچہ خروج ۱۲ باب ۱۴۔ آیت میں مرقوم ہے اور یہ دن تمہارے لئے ایک یادگار ہوگا۔ اور اس سے ملتا ہوا ایک لفظ عہد عتیق میں ایسے موقعوں پر استعمال کیا گیا جب خُدا سے اس بات کے لئے دعا مانگی گئی کہ وہ منت کرنے والے کو یاد کرے[۲]۔ پس جب کہ خداوند نے پاک عشا مقرر کرنے کے وقت آرامی زبان میں اُس لفظ کا استعمال کیا جس کا یونانی ترجمہ اینامنی سس کیا گیا تو ظاہر ہے

[۱] احبار ۲۴ باب ۷۔ آیت [۲] ۔ ۔ زبور ۲۰۔ ۳۔ آیت نحمیاہ ۱۳ باب ۱۴ و ۲۲ و ۳۱۔ آیات و دیباچہ ۔ ۵ باب ۵ آیت

کہ اُس نے اپنے شاگردوں پر یہ فرض ٹھہرایا کہ وہ بجائے موسوی شریعت کی بہت سی یادگاری کی رسموں کے ایک یادگاری کی رسم ہمیشہ خدا کی حضوری میں بجا لایا کریں اور چونکہ اُس نے اس رسم کے ساتھ اُن کو اپنے گوشت اور خون کے ملکر کھانے اور پینے کا حکم بھی دیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس یادگاری کے عمل میں لانے کا اُس نے ارشاد فرمایا وہ ایک گذشتہ واقعہ کی صرف عام یادگاری نہیں ہے بلکہ اُس کی ایسی یادگاری ہے۔ جس میں وہ خود کسی معنی میں در اصل اُن کے ساتھ موجود ہوتا ہے اور اپنی موجودگی سے اُس کو پُر معنی اور پُر تاثیر بناتا ہے +

بلاشبہ یہ بات کسی حالت میں یقین نہ کرنی چاہئے کہ خداوند کا منشا اس تعلیم کے دینے سے یہ تھا کہ اُس کی اذیت اور موت کی قربانی کلیسیا میں بار بار عمل میں لائی جائے یہ بات یادگاری کی حقیقت کے برخلاف ہے اور مُنہ سے نکلتے ہی اُس کا غلط ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ امر مسیحی دین کے اصول میں داخل ہے کہ مسیح اب زندہ اور جلال پایا ہُوا خداوند ہے۔ اور موت یا کسی طرح کا دُکھ درد اب اُس کی انسانیت کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور تمام عہد جدید میں اس بات کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا کہ جو کام خُداوند اب اپنی کلیسیا کے واسطے کر رہا ہے اُس میں اُسے پھر اپنے آپ کو کسی طرح پست کرنا پڑتا ہے اور ظاہر ہے

کہ اگر اُس کی اذیت اور موت دوبارہ واقعہ نہیں ہو سکتیں تو جو کفارہ اُن کے وسیلے سے پُورا ہوا وہ بھی پھر نہیں ہو سکتا بجائے اس کے عشا کی یادگاری کی بنیاد در حقیقت یہ ہے کہ ہمارا خداوند ملک صدق کے طریقہ کا کاہن بنکر[1] ہمیشہ اپنی کہانت کا کام آسمان پر کرتا ہے اور اُس نے اپنی بے انتہا رحمت اور محبت سے جس مقام میں وہ داخل ہو چکا ہے وہاں کلیسیا کو بھی اپنے پاس سرفراز کیا ہے چنانچہ مقدس پولوس لکھتا ہے کہ[2] خدا نے .... ہم کو .... آسمانی مقاموں پر اُس کے ساتھ بٹھایا ہے +

خُداوند نے جو کلمات عشا کے مقرر کرنے کے وقت استعمال فرمائے وہ بھی اس امر پر دلالت کرتے ہیں یونانی لفظِ اک کِھیُو نومنون[3] جس کا ترجمہ بہایا جاتا ہے کیا گیا ہے جب اُن ذبیحوں کی نسبت استعمال کیا جاتا تھا جو مسیح کی قربانی کے پہلے سے مقرر ہوئے نشان تھے تو اُس سے فقط ذبیحے کے خُون کا قتل کئے جانے کے وقت بہنا مراد نہ ہوتا تھا بلکہ اُس خُون کا مذبح پر چھڑکا جانا اور اُس کے گرد ڈالا جانا بھی اُس میں شامل ہوتا تھا اسی طرح سے جب اُس کا استعمال خداوند کے خون کی نسبت کیا گیا تو اُس میں فقط خداوند کا مرنا نہیں بلکہ اُس کا جی اُٹھنا اور آسمان پر جانا بھی شامل سمجھنا چاہیئے۔ یہ امر بھی غور کے لائق ہے کہ خداوند نے یہ نہیں کہا کہ میری موت کی یادگاری

---

[1] عبرانی ۵ باب ۶۔ آیت و ۶ باب ۲۰۔ آیت وغیرہ + [2] افسی ۲ باب ۶۔ آیت + [3] دیکھو تشریح نمبر ۸۴ صفحہ ۱۲۵ +

کے لئے ایسا ہی کیا کرو بلکہ یہ کہا کہ میری یادگاری کے لئے ایسا ہی کیا کرو۔ خداوند کی یادگاری میں صرف اُس کی موت کی یادگاری نہیں بلکہ اُس کے جی اُٹھنے اور آسمان پر جانے کی یادگاری بھی شامل ہے۔ پس خداوند کے کلمات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم کو عشا میں نہ صرف اُس کی موت کی بلکہ اُس کے دوبارہ زندہ ہونے اور جلال پانے کی بھی یادگاری بجالانے کی اجازت دی گئی ہے ہم درحقیقت عشا کے وقت خداوند کی اُس شفاعت میں شریک ہوتے ہیں جو وہ ہمیشہ خدا کے تخت کے روبرو کرتا ہے جہاں اُس کا انسانیت کے لباس میں موجود ہونا ہی ہمارے لئے سفارش کا ذریعہ ہے[1] رسولوں کے اقوال عشا کے بارے میں اُوپر کے بیان سے پُورے طور پر ملتے ہیں۔ اگر رسُول پولوس نے یہ لکھا کہ تم[2] خداوند کی موت کا اظہار کرتے ہو جب تک وہ نہ آئے۔ تو عبرانیوں کے خط کے راقم نے ایک عبارت میں جس کی تعلیم انجیل کے دو سکرامنٹوں پر مبنی ہے یہ تحریر کیا ہے۔ پس[3] اے بھائیو چونکہ ہمیں یسُوع کے خون کے سبب اُس نئی اور زندہ راہ سے پاک مکان میں داخل ہونے کی دلیری ہے جو اُس نے پردے یعنی اپنے جسم کو پھاڑ کر ہمارے

[1] عبرانی ۹ باب ۲۴۔ آئت ۔ [2] ۱۔ کرنتھی ۱۱ باب ۲۶۔ آئت ۔ [3] عبرانی ۱۰ باب ۱۹ تا ۲۲۔ آئت ۔

واسطے مخصوص کی ہے اور چونکہ ہمارا ایسا بڑا کاہن ہے جو خدا کے گھر کا مختار ہے تو آؤ ہم سچے دل اور پورے ایمان کے ساتھ اور دل کے الزام کو دور کرنے کے لئے دلوں پر چھینٹے دے کر اور بدن کو صاف پانی سے دھو کر خدا کے پاس چلیں[۵۱] +

ہم بے تامل کہہ سکتے ہیں کہ عشا اس معنی میں کلیسیا کی جانب سے قربانی ہے یعنی وہ رسم ہے جس میں ہم بشمول زندہ خداوند کے جو آسمان پر ہے اُس کی موت کی اُس ایک قربانی کا جس سے ہمارا کفارہ ہوا واسطہ دیکر رحمت کی درخواست کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اُس کے وسیلے سے خدا کی نذر کر دیتے ہیں اور خداوند کی زبردست شفاعت کے[۵۲] ساتھ اپنی بے حقیقت یادگاری اور دعائیں ملاتے ہیں روٹی اور مے یا خیرات اور ہدیوں کی نذریں عشا کے متعلقات میں سے ہیں اور اُن کی مثالیں پرانے عہد میں بھی ملتی ہیں لیکن عشا فقط مسیحی عہد کے لئے مخصوص ہے +

جب ہم کتب عہد جدید کو چھوڑ کر کلیسیا کے عملدرآمد اور علمائے دین کے اقوال پر غور کرتے ہیں تو ہم کو ایک وسیع میدان نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کل کلیسیا نے کسی عقائد نامے یا فیصلے کے ذریعے سے عشا کی نسبت بھی مسیح

---

۵۱ دیکھو تشریح نمبر ۴۹ صفحہ ۱۴۷ + ۵۲ دیکھو تشریح نمبر ۵۰ صفحہ ۱۴۸ +

کی ذوات سے متعلق امور اور بپتسمہ کی طرح اپنی قطعی رائے باقاعدہ طور پر ظاہر کی۔ اسی سبب سے کلیسیا میں عشا کی نسبت اس قدر مختلف رائیں اور دستور پیدا ہوئے جس قدر کہ اُن امور کی نسبت جن کا فیصلہ عام کونسلوں نے کر دیا نہیں ہوئے لیکن عشا کی پرانی ترتیبوں اور علمائے دین کی کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سکرامنٹ کی نسبت چند بڑی باتیں پہلے زمانہ کی کلیسیا میں بغیر کسی قسم کی بحث کے تسلیم کی گئیں اور خاص کر اُن دو باتوں کی نسبت جن پر اُوپر کے بیان میں زور دیا گیا ہے پہلے زمانہ میں کسی طرح کا شک ظاہر نہیں کیا گیا۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ درحقیقت ہم کو اس سکرامنٹ میں رُوحانی بخششیں ملتی ہیں اور دُوسری یہ ہے کہ فے الواقع خُدا کے حضور میں یادگاری عمل میں لائی جاتی ہے۔ پس یہ دو باتیں بمقابلہ اُن خیالی اور قیاسی باتوں کے جو بعد میں جاری ہوئیں ہم پر قبول کئے جانے کا وہ حق رکھتی ہیں جو فقط کلیسیائے جامع کے اتفاق کے سبب سے کسی بات کو حاصل ہوتا ہے +

چونکہ پہلی صدیوں کی شہادتوں میں سے فقط تھوڑا سا حصہ پیش کرنا ممکن ہے اس واسطے ہم صرف شروع کی دو صدیوں کی شہادتوں پر اکتفا کرینگے۔ اگرچہ اس زمانہ کی بہت کم تصنیفات ہم تک پہنچی ہیں[۵۷] مگر اُن میں بھی مندرجۂ ذیل عبارتیں علاوہ

[۵۷] دیکھو تشریح نمبر ۵ صفحہ ۱۵۲ +

اور عبارتوں کے پائی جاتی ہیں +

خُداوند کے دن کو جمع ہو اور روٹی توڑو اور اپنے گناہوں کا اقرار کرنے کے بعد شکر کرو تاکہ تمہاری قربانی پاک ہو۔ اگر کوئی شخص کسی سے تنازع رکھتا ہو تو جب تک اُن میں میل ملاپ نہ ہو جائے اُس کو اپنے ساتھ نہ آنے دو تاکہ تمہاری قربانی ناپاک نہ ہو جائے یہ بات وہی ہے جو خُداوند نے فرمائی تھی کہ ہر جگہ اور ہر وقت میرے سامنے پاک قربانی پیش کرو۔ کیونکہ رب فرماتا ہے میں بڑا بادشاہ ہوں اور میرا نام قوموں میں عجیب ہے۔ (ڈیڈاکی یعنی تعلیم ۱۴ باب) +

میں نہ فانی خوراک سے نہ اس زندگی کی لذتوں سے خوش ہوتا ہوں۔ میں خُدا کی روٹی کی آرزو رکھتا ہوں جو مسیح کا گوشت ہے . . . . . . اور میں اُس کے خون پینے کی آرزو رکھتا ہوں جو لازوال محبت ہے (مقدس اگناشیوس خط رومیوں کے نام ۷ باب) تم اُسی ایک روٹی کو توڑتے ہو جو بقا بخشنے والی دوا ہے اور ہمارے واسطے دافع زہر ہے تاکہ ہم مریں نہیں بلکہ یسُوع مسیح میں ہمیشہ جیتے رہیں (مقدس اگناشیوس۔ خط افسیوں کے نام ۲۰ باب)۔ وہ (یعنی بدعتی عشا سے اور دعائے عام سے علیحدہ رہتے ہیں کیونکہ اس امر کا اقرار نہیں کرتے کہ عشا ہمارے نجات دہندہ یسُوع مسیح کا گوشت ہے (مقدس اگناشیوس

خط سمرنہ کی کلیسیا کے نام، باب) +

اس خوراک کو ہم عشا کہتے ہیں اور فقط اُسی شخص کو اُس کے لینے کی اجازت ملتی ہے جو ہماری دینی تعلیم کو حق سمجھتا ہے اور نئی پیدائش کے حوض میں گناہوں کی معافی کے واسطے بپتسمہ پا چکا ہے اور مسیح کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ کیونکہ ہم اُس کو کھانے پینے کی معمولی چیزوں کی طرح نہیں لیتے۔ اس واسطے کہ جس طرح ہمارے نجات دہندہ یسوع مسیح نے خُدا کے کلام سے مجسم ہونے کے باعث ہماری نجات کے لئے گوشت اور خون اختیار کیا اسی طرح ہم نے یہ تعلیم پائی ہے کہ یہ خوراک بھی جو اُس کے کلام کی دعا سے متبرک ہو جاتی ہے اور جس کی تبدیلی سے ہمارا گوشت اور خُون بڑھتا ہے مجسم مسیح کا گوشت اور خون ہے (مقدس جسٹن اپولوجی یعنی معذرت) ملاکی[1] اُس قربانی کی جو ہم غیر یہودی ہر جگہ پیش کرنے والے تھے یعنی عشا کی روٹی اور پیالے کی اور اس امر کی کہ ہم خُدا کے نام کا جلال ظاہر کریں گے پیشینگوئی کرتا ہے (جسٹن ٹرائفو کے ساتھ سوال و جواب) +

جس طرح کہ روٹی جو زمین کی پیداوار سے ہے جب خُدا کا نام اُس پر لیا جاتا ہے معمولی روٹی نہیں رہتی بلکہ عشا ہو جاتی

---

[1] ملاکی ۱- باب ۱۰ و ۱۱- آیات +

ہے اور اُس میں دو چیزیں شامل ہوتی ہیں ایک جو زمین سے
علاقہ رکھتی ہے اور دُوسری جس کو آسمان سے تعلق ہے اسی
طرح ہمارے بدن عشا کے لینے پر فانی نہیں رہتے بلکہ ابدی
قیامت کی اُمّید رکھتے ہیں (مُقدّس ارنیوس۔ بدعتیوں کے
برخلاف) اس موقعہ پر ہم نذر گذرانتے ہیں اور رُوح القدس
سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس قربانی اور روٹی کو بطور مسیح کے
بدن کے ظاہر کرے تاکہ جو اس اصل شئے کو لیں اُن کو اپنے
گناہوں کی معافی اور ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو۔ (ارنیوس
متفرقات)۔

اقوال مذکورہ بالا زیادہ تر غور کے لائق اس وجہ سے ہیں
کہ وہ ایسی کتابوں سے نہیں لئے گئے جن میں خاصکر سکرامنٹوں
کی تعلیم کے متعلق بحث ہو بلکہ دیگر تصنیفات سے نقل کئے
گئے ہیں جن میں وہ اتفاقیہ تحریر ہوئے۔ اُن سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے خود رسُولوں سے تعلیم پائی تھی وہ
سکرامنٹوں کو فضل حاصل کرنیکا ذریعہ سمجھتے تھے نہ صرف علامات اقوال
مذکورہ بالا کے علاوہ عشا کی دعاؤں کی قدیم ترتیبوں پر بھی
غور کرنا چاہئے یہ سچ ہے کہ جو قدیم ترتیبیں اب موجود ہیں
اُن میں سے کوئی اپنی موجودہ صورت میں سب سے پہلے
زمانہ کی نہیں ہے لیکن پھر بھی اس بات کے یقین کرنے

کے لئے معقول وجہ ہے کہ اُن کی عام طرز اور تعلیم کو رسُولوں نے منظور کیا کیونکہ اُن کی منظوری کے بغیر ناممکن تھا کہ باوجود مختلف ملکوں اور زمانوں میں مرتب ہونے کے اُن سب کی طرز اور تعلیم یکساں ہوتی ۔

چنانچہ جب ہم عشا کی ترتیب کے فقط اُس درمیانی حصے پر جس میں روٹی اور مے کی تقدیس ہوتی ہے غور کرتے ہیں تو ہم یکساں کل قدیم ترتیبوں میں نہ بطور عشا لینے والوں کو تعلیم دینے کے بلکہ بطور ایک دعا کے جس میں خدا باپ کی طرف خطاب ہوتا ہے یہ تین باتیں پاتے ہیں۔ اوّل نجات کے کام اور عشا کے مقرر ہونے کا ذکر۔ دوم نذر یا یادگاری جس میں نہ فقط مسیح کی موت بلکہ اُس کی قیامت اور موجودہ جلال کا بھی خُدا کے سامنے ذکر کر کے اُس سے رحمت طلب کی جاتی ہے۔ سوم یہ التجا کہ رُوح اقدس عبادت کرنے والوں پر اور روٹی اور مے پر نازل ہو تاکہ بطور مسیح کے بدن اور خون کے اُن کو لینا اُن کے واسطے جو اُنہیں مناسب طور سے لیں معافی اور پاکیزگی اور رُوحانی طاقت اور حیات ابدی حاصل ہونے کا وسیلہ ہو۔ مقدس یعقوب کی ترتیب کا وہ حصہ جس میں تقدیس کی دعا مندرج ہے بطور مثال کے نوٹ میں نقل کیا جاتا ہے[1]۔ یہ

---

[1] مقدس یعقوب کی ترتیب عشا کا انتخاب۔ دیکھو نوٹ صفحہ ۸۵ و ۸۶ ۔

ترتیب جو یونانی زبان میں موجود ہے بجاے اُس ترتیب کے استعمال میں آئی جو کسی زمانہ میں یروشلم اور ملک فلستین میں جاری تھی اور اُس کے زیادہ ترحصے نہایت پہلے زمانہ کے ہیں سکندریہ اور قسطنطنیہ اور ہسپانیہ اور گال اور اٹلی اور دیگر ممالک کی ترتیبوں میں سے بھی ایسے ہی انتخاب کئے جا سکتے ہیں +

متعلق صفحہ ۸۴ :- ہر ریسٹ - جب وہ اپنی خوشی سے زندگی بخشنے والی موت صلیب پر اُٹھانے کو تھا - بے گناہ ہم گنہگاروں کے واسطے - جس رات وہ حوالے کیا گیا .... اُس نے اپنے مقدس اور بے عیب اور صاف اور غیر فانی ہاتوں میں روٹی لی اور آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر تجھ اپنے خدا اور باپ کو دکھائی اور شکر کیا اور اُس کی تقدیس کی اور اُس کو توڑا ..... اور کہا کہ لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے ..... تم سب اس سے پیئو یہ میرا خون ہے وغیرہ +

پس ہم گنہگار بھی اُس کی زندگی بخشنے والی اذیت اُس کی صحت بخشنے والی صلیب - اس کے مرنے اور مردوں میں سے تیسرے دن جی اُٹھنے - اُس کے آسمان پر جانے اور تجھ اُس کے خدا اور باپ کے دہنے ہاتھ بیٹھنے اور اُس کے جلیل الشان اور ہیبت ناک پھر آنے کو جبکہ وہ زندوں اور مردوں کا انصاف کرنے اور ہر ایک کو اُس کے کاموں کے موافق بدلا دینے کے واسطے جلال کے ساتھ آئیگا یاد کر کے اے خداوند تیرے حضور میں یہ اعلےٰ درجہ کی قربانی جس میں خون نہیں بہایا گیا پیش کرتے ہیں اور تجھ سے منت کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کے موافق ہمارے ساتھ سلوک نہ کر اور نہ ہماری تقصیروں کے موافق ہمیں بدلا دے وغیرہ +

پس عشا کی ترتیبوں کی شہادت سے وہ ثبوت جو قدیم علمائے دین کی تصنیفات سے حاصل ہوتا ہے زیادہ تر مستحکم ہوجاتا ہے اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ گو کسی عام کونسل نے عشا کی تعلیم کی نسبت کوئی خاص فیصلہ نہیں کیا۔ جیساکہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے مگر اسکندریہ کے اُسقف سرل نامی کے چند کلمات

متعلق صفحہ ۸۵:۔ جماعت ۔ اے خداوند خدا قادر مطلق باپ ہم پر رحم کر +

پریسٹ ۔ اے خداوند خدا اپنے بڑے کرم کے بموجب ہم پر رحم کر اور ہم پر اور ان نذروں پر جو تیرے سامنے موجود ہیں اپنی رُوح اقدس کو جو خداوند اور حیات دینے والی ہے اور تجھ خدا باپ اور تیرے ہمجنس وہم زمان بیٹے کے تخت اور بادشاہت کی شریک ہے اور جس نے توریت اور انبیا اور عہد جدید کے وسیلے سے کلام کیا .... اُسی رُوح اقدس کو اے خُداوند ہم پر اور ان پاک .... نذروں پر بھیج تاکہ وہ اپنی پاک اور پُر مہر اور جلیل الشان موجودگی کے ساتھ اُن پر آئے اور اس روٹی کو پاک کرکے مسیح کا پاک بدن بنائے +

جماعت ۔ آمین +

پریسٹ ۔ اور اس پیالے کو مسیح کا بیش قیمت خون بنائے +

جماعت ۔ آمین +

پریسٹ ۔ تاکہ وہ اُن کے لئے جو اُن میں شریک ہوں گناہوں کی معافی اور حیات ابدی اور رُوحوں اور بدنوں کی پاکیزگی اور نیک اعمال پیدا ہونے کا وسیلہ ہوں وغیرہ +

جن کوانسس کی کونسل نے ۱۳۱ء میں یہ سمجھ کر کہ وہ کلیسیا جامع کی صحیح تعلیم اور عقیدے کے موافق ہیں قبول کیا قریب قریب ایک عام کونسل کے فیصلے کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں قولہٗ ایک اور بات بھی کہنی ضرور ہے یعنی یہ کہ ہم کس طرح سے خدا کے اکلوتے بیٹے یعنی یسوع مسیح کے باعتبار جسم کے مرنے کا اظہار کرکے اور اُس کے مردوں میں سے جی اُٹھنے اور آسمان پر صعود کرنے کا اقرار کرکے وہ قربانی جس میں خون نہیں بہایا جاتا کلیسیاؤں میں پیش کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے ہم بعید از فہم عشا کے قریب جاتے ہیں اور سب کے نجات دہندے مسیح کے پاک گوشت اور بیش قیمت خون میں شریک ہونے سے پاک بنتے ہیں۔ الخ۔ مقدس سرل کا یہ قول جس کو کونسل نے قبول کیا اُس امر سے صرف تھوڑا سا علاقہ رکھتا تھا۔ جس پر کونسل غور کر رہی تھی یعنی یہ کہ مسیح میں دو ذاتیں ملی ہوئی ہیں پس یہ بات قابل غور ہے کہ کس طرح اس موقعہ پر یادگاری کی قربانی کا اور اُن بخششوں کا جو اُس کے وسیلے سے ہم کو ملتی ہیں ذکر بطور ایک ایسے ایک امر کے کیا گیا جس کی نسبت مسیحیوں میں اختلاف رائے بالکل نہ ہو سکتا تھا +

پس ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کل کلیسیا نے اسبات کو تسلیم کیا ہے کہ عشا کے مقرر ہونے سے متعلق جو خداوند کے افعال

اور اقوال مذکور ہوئے ہیں اُن میں حقائق مذکورہ بالا شامل ہیں +

آٹھواں باب

خادمان دین کے بیان میں

جو جماعتیں کسی قسم کا کام کرتی ہیں اُن میں عہدہ دار بھی ضرور ہوتے ہیں اور اُن کے زیر اہتمام سب کام ہوتا ہے + کلیسیا اس عام قاعدے سے مستثنےٰ نہیں ہے۔ عہدہ داروں کا مقرر کیا جانا موسوی شریعت کا ایک بڑا جزو تھا۔ اور انجیلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے خداوند کا غالباً سب سے بڑا مقصد اُن ایام میں جب وہ اپنی خدمت عام طور پر بجا لاتا تھا۔ یہی تھا کہ اپنی کلیسیا کے واسطے پہلے پیشوا اور خادم تربیت کرے +

اس امر کی نسبت کہ رسُولوں کے زمانہ میں خادمان دین اور دیگر اہل جماعت میں فرق سمجھا جاتا تھا اعمال کی کتاب اور عہد جدید کے اُن نوشتوں میں جو پیچھے لکھے گئے قطعی شہادت موجود ہے اور اُس کا نقل کرنا ضرور نہیں +

اس کے علاوہ پہلے زمانہ سے اب تک قدیمی مسیحی کلیسیا کا ہر ایک حصہ اور جو گروہیں اُس سے علحدہ ہو گئی ہیں اُن میں سے بھی اکثر اُس قاعدے کے بموجب جس کو اُنہوں نے اپنے صحیح یا غلط خیال کے موافق رسُولوں کا قاعدہ سمجھا ہے خادمانِ دین اپنے درمیان مقرر کرتی رہی ہیں +

پس اس باب میں یہ باتیں تسلیم کر لی جائینگی اور صرف ذیل کے سوالوں کا کچھ جواب دیا جائیگا +

اوّل یہ کہ کلیسیا میں خادمانِ دین کے اختیار کی بنیاد کیا ہے +

دوم یہ کہ کیا کلیسیا میں دینی خدمت کی کوئی خاص اور مستقل صورت مقرر ہوئی اور اگر ہوئی تو وہ کیا ہے۔ اور کیا اس بات کے ماننے کے لئے کوئی معقول وجہ ہے کہ خادمانِ دین کے تین درجے رسُولوں کی منظوری سے قائم کئے گئے +

سوم یہ کہ کیا اُن کو جو کلیسیا میں کسی دینی خدمت پر مقرر کئے جاتے ہیں کچھ خاص رُوحانی فضل ملتا ہے +

چہارم یہ کہ خادمانِ دین کے خاص کام کیا ہیں +

۱۔ اس پہلے سوال کے کہ کلیسیا میں خادمانِ دین کے اختیار کی بنیاد کیا ہے درحقیقت صرف دو جواب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ اختیار خود خداوند سے بذریعہ اُس کے رسُولوں اور اُن

کے جانشینوں[۵۱] کے حاصل ہوتا ہے۔ اور دُوسرا یہ کہ وہ مسیحی جماعت سے حاصل ہوتا ہے +

ان دو نو جوابوں کو متفق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن وہ واقعہ میں ایک دُوسرے کے بالکل برخلاف ہیں اور اُن کے میل سے اجتماع ضدین لازم آتا ہے +

اس امر کا ذکر کرنا کچھ ضرور نہیں ہے کہ اس بات کے یقین کرنے والے کہ خادمانِ دین کو جماعت سے اختیار حاصل ہوتا ہے گذشتہ زمانے میں اُن لوگوں میں بے شمار ہوئے ہیں جو قدیمی کلیسیا سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور اگر اب اس کے ماننے والے کم ہوتے جاتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ عہد جدید اور تواریخ کلیسیا کے مطالعہ سے بہ زیادہ تر ظاہر ہوتا گیا ہے کہ یہ خیال ابتدائی زمانہ کی تعلیم اور دستور کے موافق نہیں ہے +

بالتحقیق اس بارے میں ایسی قوی شہادت موجود ہے جس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اوّل خود خداوند نے رات بھر باپ سے دعا مانگنے کے بعد رسُولوں کو چُنا۔ چنانچہ[۵۲] مقدس لوقا لکھتا ہے۔ کہ جب صبح ہوئی تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پاس بلا کر اُن میں سے بارہ چن لئے اور اُن کو رسُول کا لقب دیا۔ اس چننے کی طرف خداوند نے اپنی آخری

[۵۱] دیکھو تشریح نمبر ۵ صفحہ ۱۵۴ + [۵۲] لوقا ۶ باب ۱۳۔ آئت +

تقریر میں اس طرح سے اشارہ کیا۔ تم[۵۱] نے مجھے نہیں چنا بلکہ میں نے تمہیں چن لیا اور تم کو مقرر کیا کہ جاکر پھل لاؤ اور مقدس پطرس کے ایک سوال کے جواب میں اُس نے ایک[۵۲] دیانت دار اور عقلمند داروغہ کا ذکر کیا جس کا مالک اُسے اپنے نوکر چاکر پر مقرر کرے کہ ہر ایک کی خوراک حصہ کے موافق وقت پر بانٹ دیا کرے اور جس دن وہ زندہ ہؤا اُس کی رات کو اُس نے اُنہیں بذریعہ ان کلمات کے کہ تمہاری[۵۳] سلامتی ہو۔ جس طرح باپ نے مجھے بھیجا ہے اُسی طرح میں بھی تمہیں بھیجتا ہوں اُن کی خدمت پر دوبارہ مامور کیا تاکہ اُس کے چلے جانے کے بعد وہ اُس خدمت کو بجالاتے رہیں کیونکہ اگر یہ بھی فرض کیا جائے کہ کلمات مذکورہ اپنے پورے معنی کے اعتبار سے کل اہل جماعت سے علاقہ رکھتے ہیں تاہم اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ وہ چنے ہوئے رسولوں ہی سے خاص تعلق رکھتے ہیں +

رسولوں کے اعمال اور خطوط کی تعلیم انجیلوں کے موافق ہے۔ مُقدّس متیاہ بذریعہ قرعہ کے چنا گیا یعنی اُس کا انتخاب زندہ مسیح کے فیصلے پر چھوڑا گیا۔ جو دعا اس وقت مانگی گئی اُس کے کلمات نہایت قابل غور ہیں۔ اے[۵۴] خُداوند سب کے دلوں کے

---

[۵۱] یوحنا ۱۵ باب ۱۶۔ آئت + [۵۲] لوقا ۱۲ باب ۴۲۔ آئت دیکھو تشریح نمبر ۵۳ صفحہ ۱۵۴

[۵۳] یوحنا ۲۰ باب ۲۲۔ آئت + [۵۴] اعمال ۱ باب ۲۴ و ۲۵۔ آیات +

بھید جاننے والے یہ ظاہر کر کہ ان دونوں میں سے تو نے کس کو چنا ہے کہ وہ اس خدمت اور رسالت کی جگہ لے جسے یہوداہ چھوڑ کر اپنی جگہ گیا۔ پھر سات ڈیکنوں کو یروشلم کے سب شاگردوں نے چنا مگر بارہ رسولوں نے بوسیلے دعا مانگنے اور اُن پر ہاتھ رکھنے کے اُن کو مقرر کیا[۱۵۱]۔ اور مقدس پولوس و مقدس برنباس نے کلکیہ کی کلیسیاؤں میں بزرگ مقرر کئے[۱۵۲] اور مقدس پولوس نے افسس کے بزرگوں سے یہ کلمات کہے۔[۱۵۳] پس اپنی اور اُس سارے گلے کی خبرداری کرو جس کا رُوح القدس نے تمہیں نگہبان ٹھیرایا۔ اپنی نسبت رسُول نے یہ لکھا کہ[۱۵۴] میں اپنی طاقت بخشنے والے خداوند مسیح یسوع کا اسلئے شکر کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے دیانتدار سمجھ کر اپنی خدمت کے لئے مقرر کیا۔ اور جو بخششیں مسیح نے آسمان پر جانے کے بعد اپنی کلیسیا کو عطا فرمائیں اُن کی نسبت یہ تحریر کیا اور[۱۵۵] اُسی نے بعض کو رسُول اور بعض کو نبی اور بعض کو بشیر اور بعض کو چرواہا اور اُستاد بنا کر دیدیا تاکہ مقدس لوگ کامل بنیں اور خدمتگزاری کا کام کیا جائے اور مسیح کا جسم ترقی پائے۔ اور تیموتھی کو یہ لکھا۔[۱۵۶] کہ کسی شخص

---

[۱۵۱] اعمال ۶ باب ۳ و ۶ آیات + [۱۵۲] اعمال ۱۴ باب ۲۳ آئت دیکھو تشریح نمبر ۸۵ صفحہ ۱۵۵

[۱۵۳] اعمال ۲۰ باب ۲۸ آئت + [۱۵۴] ۱ تیموتھی ۱ باب ۱۲ آئت اور دیکھو ۲ کرنتھی ۳ باب ۶ آئت

[۱۵۵] افسی ۴ باب ۱۱ و ۱۲ آیات اور دیکھو ۱ کرنتھی ۱۲ باب ۲۸ آئت + [۱۵۶] ۱ تیموتھی ۵ باب ۲۲ آئت

پر جلد ہاتھ نہ رکھنا۔ اور طِطُس کو یہ کہ میں نے تجھے کریتے میں اسلئے[ا]

چھوڑا تھا کہ تو باقی رہی ہوئی باتوں کو درست کرے اور میرے

حکم کے مطابق شہر بشہر ...... بزرگوں کو مقرر کرے +

بلاشبہ اُن آیتوں کے اور ان کی مانند دُوسری آیتوں کے

پڑھنے سے ہمارے دلوں پر اس بات کا نقش ہوجاتا ہے۔ کہ

رسُولوں کا دینی خدمت کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خدا کی

طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اُس کو دوسروں تک پہنچانے کی

خدمت ہمیں ملی ہے اور یہ بات بھی غور کے لائق ہے کہ جو شہادتیں

اُن کی تحریرات سے اس باب میں حاصل ہوتی ہیں اُن میں

کسی طرح کا باہم اختلاف نہیں ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

دینی خدمت کی نسبت اور کوئی خیال اُن کے دل میں نہیں آیا

تھا غرضکہ خادمان دین کے عہدے کا خود بخود پیدا ہوجانا عہد

جدید سے ثابت نہیں ہوتا +

جب ہم کتب مقدسہ کے علاوہ اور تحریرات پر نظر کرتے ہیں

تو اُن سے بھی ہم کو اسی قسم کی شہادت حاصل ہوتی ہے جو

خط مقدس کلمنٹ نے کرنتھیوں کے نام قریب ۹۶ سنہ ع

کے تحریر کیا اُس میں یہ مرقوم ہے کہ رسُولوں نے ہر جگہ دیہات

اور شہروں میں خدا کی بادشاہت کے آنے کی خوشخبری

[ا] طِطُس ۱ باب ۵ آیت +

سنائی اور آپ نے اپنے پہلے شاگردوں کو روح کے ذریعہ سے آزما کر اُن کے
لئے جو ایمان لانے کو تھے نگہبان اور خادم مقرر کیا اور یہ نئی بات
نہ تھی کیونکہ نہایت قدیم وقتوں سے نگہبانوں اور خادموں
کے بارے میں لکھا گیا تھا چنانچہ کتاب میں ایک خاص مقام
پر مذکور ہے کہ میں[1] اُن کے نگہبانوں کو صداقت کے ساتھ
اور اُن کے خادموں کو وفاداری کے ساتھ مقرر کرونگا۔ الخ
اور مقدس اگناشیوش کے خط میں جو افسیوں کے نام غالباً ۱۱۵ء
کے قریب لکھا گیا یہ کلمات پائے جاتے ہیں قولہٗ جس قدر کہ کوئی
شخص دیکھے کہ بشپ زیادہ خاموش ہے اُسی قدر وہ اُس کا زیادہ
ادب کرے کیونکہ ہم کو چاہیئے کہ جس کو گھر کا مالک گھر والوں پر
داروغہ ہونے کے لئے بھیجے اُس کو اُسی طرح قبول کریں جس
طرح اُس کے بھیجنے والے کو قبول کرتے ہیں الخ مقدس اگناشیوس
کی اُن تحریرات میں جن کی اصلیت کو سب قبول کرتے ہیں
اس مضمون کی صرف یہی عبارت نہیں ہے اور جو کچھ وہ لکھتا
ہے اس وجہ سے زیادہ توجہ کے لائق ہے کہ اُس کا خاص مطلب
لکھنے سے یہ نہ تھا کہ اسقفی عہدے کی عظمت بڑھائے بلکہ
یہ تھا کہ باہمی اتفاق کی ضرورت دکھائے۔ غرضکہ اس عبارت
میں اور اس کی مانند دیگر عبارتوں میں وہ اپنے زمانہ کے

---

[1] دیکھو یسعیاہ۔ ۶۰ باب ۱۷ آئت۔ و تشریح نمبر ۵۸ صفحہ ۱۵۶ +

مسیحیوں کا عام خیال ظاہر کرتا ہے +

مابعد کے زمانوں کے مصنفوں کے اقوال پیش کرنے ضرور نہیں ہیں۔ کوئی شخص اس میں شک نہیں کر سکتا کہ بعد کے زمانہ کے سب علما یہ سمجھتے تھے کہ خود خداوند نے دینی خدمت کا سلسلہ مقرر کیا اور وہ بوسیلہ رسولوں اور اُن کے جانشینوں کے کلیسیا میں ہمیشہ قائم رہا۔ مثلاً مقدس ارنیوس دوسری صدی کے آخر میں اور یوسبیوس چوتھی صدی کے پہلے نصف حصے میں اپنے زمانہ کے نہائت عالم شخص تھے اور یہی یقین رکھتے تھے لیکن ممکن ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ دینی خدمت خُدا کی طرف سے ہے اور خداوند سے بوسیلے رسُولوں کے ہم کو ملی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی مانا جائے کہ اُس کی کوئی خاص صُورت یا خادمان دین میں درجوں کا فرق خُدا کی جانب سے مقرر نہیں ہُوا اور اسلئے اُس کو قائم رکھنا ضرور نہیں۔ اگرچہ فی الواقع یہ خیال زیادہ تر اُن لوگوں میں پایا جاتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ دینی خدمت کا مخرج جماعت ہے لیکن یہ دو خیال باہمی لازم و ملزوم نہیں ہیں +

۲۔ پس اب ہم کو یہ دوسری بات دریافت کرنی ہے کہ کیا اس بات کے یقین کرنے کی کوئی وجہ ہے کہ کلیسیا میں خدا کی طرف سے خادمان دین کے تین درجوں کا ایسا فرق

مقرر ہُوا ہے جس کے سبب اُن کے کاموں کا مختلف ہونا اور ادنےٰ درجوں کا اعلےٰ درجوں کے ماتحت ہونا لازم آتا ہے اور جس کو خدا کی جانب سے ہونے کے سبب ہمیشہ قائم رکھنا اور تبدیل نہ کرنا ضرور ہے*

یہ بات بلا تامل قبول کی جا سکتی ہے۔ کہ رسُولوں کے نوشتوں میں اُن حکموں کی مانند جو خداوند نے بپتسمہ اور عشائے ربانی کے خاص طور پر عمل میں لانے کی نسبت دئے صاف حکم خادمانِ دین کے درجوں کے مقرر ہونے کے بارے میں نہیں پایا جاتا۔ پس اگر یہ درجے خدا کے حکم کے بموجب قائم کئے گئے تو اُس کا یہ حکم نہ بوسیلہ خداوند کے اُن کلمات کے جو تحریر ہوئے بلکہ بوسیلہ رسُولوں کے عملدرآمد اور نمونہ کے صادر ہوا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کر سکتا کہ اگر خداوند کی مرضی کا اظہار اس طرح سے ہُوا تو بھی اُن لوگوں پر جو اُس سے واقف ہوں اُس کی تابعداری لازم ہے*

یہ امر بھی جس میں بالکل شبہ نہیں ہو سکتا قابل غور ہے کہ دُوسری صدی کے وسط سے سولھویں صدی تک کلیسیا میں خادمان دین کے تین درجے قائم تھے یعنی بشپ اور اُن کے ماتحت پرسبیٹر اور ڈیکن اور جو نوسٹک اور دیگر بدعتی فرقے پہلی صدیوں میں تھے اُن میں بھی غالباً یہی انتظام

تھا +

پس جس امر کے بارے میں واجباً بحث ہو سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ کیا ایسی شہادت موجود ہے جس کے باعث یہ یقین کرنا درست ہے کہ خادمانِ دین کے تین درجے رسولوں کے وقت سے چلے آئے ہیں۔ اس کے فیصلہ کرنے میں خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ نہایت خلاف قیاس ہے کہ مقدس ارنیوس اور اُس کے ہمعصر اس قسم کے امر میں غلطی کر سکتے تھے یہ امر کسی قیاسی یا منطقی حقیقت سے یا دین کے کسی بڑے بھید سے متعلق نہ تھا بلکہ ایک واقعی بات سے علاقہ رکھتا تھا یعنی اس سے کہ جو سو برس گذر چکے تھے اُن کے پہلے حصہ میں کلیسیا کا انتظام کس طور کا رہا تھا۔ بعض آدمی اب تک زندہ تھے جن کو خداوند کے رسولوں اور ہمعصروں کا زمانہ یاد تھا اور صدہا آدمی ایسے موجود تھے جو اُن شخصوں کی صحبت میں رہے تھے جنہوں نے رسولوں کو دیکھا تھا اس صورت میں اس بات کا یقین کرنا کہ دوسری صدی کے پچھلے نصف حصہ کے علما کلیسیا کے پہلی صدی کے پچھلے نصف حصہ کے انتظام کی نسبت غلطی کر سکتے تھے کیا ایسا ہی دشوار نہیں جیسے اس بات کا خیال کرنا کہ کسی موجودہ مورخ کے دل میں اس بات کی نسبت کچھ شک پیدا ہو سکتا ہے کہ

اب سے ایک سو برس پہلے ہندوستان میں یا انگلستان میں ملکی حکومت کس طرز کی تھی +

ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ اُس زمانہ کی جو تحریرات ہم تک پہنچی ہیں اُن میں اس بات کا مطلق ذکر نہیں ہے کہ جو دو پشتیں رسُولوں کے زمانہ کے بعد گذری تھیں اُن میں کلیسیا کے انتظام میں کسی طرح کی تبدیلی یا کوئی بڑا انقلاب واقعہ ہُوا تھا۔ البتّہ اُس زمانہ کی تحریرات بہت کم موجود ہیں لیکن کچھ حال میں دریافت ہوئی ہیں اور سب ملکر اس قدر ہیں کہ نہایت غیر اغلب ہے کہ اُس زمانہ میں کوئی بڑی تبدیلی ہوتی اور اُس کا اشارہ تک موجودہ تحریرات میں نہ پایا جاتا +

پس اب ہم غور کریں کہ اس امر کا کیا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے کہ رسُولوں کی ہدایت کے بموجب جو درحقیقت خُداوند کی ہدایت تھی کلیسیا میں خادمان دین کے تین درجے قائم کیے گئے +

اوّل ہم پاتے ہیں کہ رسُولوں نے کلیسیا کے شروع ہی کے زمانہ میں جبکہ پہلے طبقے کے مسیحی موجود تھے ڈیکن[1] اور پرسبٹیر[2] مقرر کیے اور خدا کے بھائی مقدس یعقوب کو جو خود

---

[1] اعمال ۶ باب + [2] اعمال ۱۴ باب ۲۳ - آیت اور دیکھو اعمال ۱۵ باب ۶ - آیت و تشریح نمبر ۵۶ صفحہ ۱۵۶ +

بارہ رسُولوں میں سے نہ تھا یروشلم کی کلیسیا میں اُسقفی خدمت سپرد[۵۱] کی اور اسی زمانہ میں رسُول کل کلیسیاؤں کی خدمت بجا لاتے رہے اور بعض ایسے کام کرتے رہے جو فقط وہ ہی بحیثیت کلیسیاؤں کی بنیاد ڈالنے والے ہونے کے کر سکتے تھے اور بعض ایسے جو بعد میں عموماً بشپوں کے کام قرار پائے +

پھر ہم پاتے ہیں کہ قریب ۶۶ ھ سنہ ء کے مقدس پولوس نے مقدس تیمتھیوس اور طِطس کو ایشیاے کوچک اور کریتے کی کلیسیائیں سپرد کیں اور اُن کو ان علاقوں میں بہر صورت تھوڑے عرصے کے لئے ایسا عہدہ دیا جو زمانہ مابعد کے بشپوں کے عہدے سے کچھ فرق نہ رکھتا تھا[۵۲] اور اس بات کے یقین کرنے کے لئے کہ رسُول کا ایسا بندوبست کرنا ایک غیر معمُولی کام تھا کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اور پہلی صدی کے آخری دس سال میں وہ خط لکھا گیا جو رُوم کے بشپ مقدس کلیمنٹ کا خط ہمیشہ کہلایا گیا ہے۔ ہم ذیل میں بیان کرینگے کہ کلیمنٹ کا یہ لقب کس معنی میں درست سمجھا جا سکتا ہے +

پھر دُوسری صدی میں ہم پاتے ہیں کہ مقدس اگناشیوس جس کے خطوں کا ہم حوالہ دے چکے ہیں اور جو خود انطاکیہ کا بشپ

---

۵۱ اعمال ۱۲ باب ۱۷۔ آئت و ۱۵ باب ۱۳۔ آئت وگلتی ۱ باب ۱۹۔ آئت

۵۲ دیکھو تشریح نمبر ۷ ۵ صفحہ ۱۵۶ +

تھا نہ صرف اُن بشپوں اور پریسبیٹروں اور ڈیکنوں کا ذکر کرتا ہے
جو ایشیائے کوچک کی اُن کلیسیاؤں میں تھے جن کے نام اُس
نے خط لکھے بلکہ ایک جملے میں جو نہایت غور کے لائق ہے وہ اُن
بشپوں کا بھی ذکر کرتا ہے جو دنیا کے نہایت دور کے مقاموں میں
مقیم تھے[۵۱] اُس کے علاوہ ہمارے پاس سمرنہ کے بشپ پلوکرپ
کا ایک خط موجود ہے جو مقدس اگناشیوس کے شہید ہونے
کے تھوڑے عرصہ کے بعد لکھا گیا۔ اور حال میں ہپولیٹس کے
قوانین کلیسیا[۵۲] دستیاب ہوئے ہیں جن میں بشپوں اور پریسبٹرون
اور ڈیکنوں کے تقرر کے قواعد مندرج ہیں اور ان قواعد کی نسبت
قریب قریب تحقیق ہے کہ وہ اُسی زمانہ سے علاقہ رکھتے ہیں۔
اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ پہلی دو صدیوں کی بہت
کم تصنیفات موجود ہیں اور اُن سے خاص منشا یہ نہ تھا کہ خادمان
دین کے تین درجوں کی بحث کی جائے تو بخوبی ظاہر ہوگا
کہ جو شہادت ان درجوں کی نسبت ان تصنیفات سے اوپر
پیش کی گئی ہے اُس سے زیادہ کی ہم توقع نہ کرسکتے تھے۔
لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رسولوں کے زمانہ
مابعد کی بعض تحریرات میں اُسقفی عہدے کا ذکر نہ ہونا شہادت
مذکور کو ضعیف کرتا ہے۔ اس واسطے اور باتوں کے بیان سے

---

[۵۱] اگناشیوس کا خط افسیوں کے نام۔ [۵۲] دیکھو تشریح ۵۸ صفحہ ۱۵۷۔

پہلے اس بات پر کچھ غور کرنا مناسب ہوگا کہ آیا یہ خیال درست ہے یا نہیں ✦

بارہ رسُولوں کی تعلیم نامی رسالہ میں اسقفی عہدے کی طرف کسی صلف اشارہ کا نہ ہونا موجودہ بحث میں کچھ وزن نہیں رکھ سکتا۔ اس رسالہ کا پہلا حصہ غالباً کسی یہودی کا لکھا ہؤا ہے۔ البتہ دوسرے حصّہ کی پُرانی طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یا کوئی اور رسالہ جس سے وہ لیا گیا رسُولوں کے زمانہ کے قریب تحریر ہؤا۔ اگر یہ خیال درست ہے تو ممکن ہے کہ اُس کا بیان کسی ایسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو۔ جس میں کافی ترقی نہ ہونے کے باعث اُسقفی عہدہ اُس وقت تک قائم نہ ہؤا تھا۔ اس رسالہ میں بعض خاص مسیحی عقائد کا ایسے موقعوں پر مذکور نہ ہونا جہاں اُن کا ذکر مناسب تھا اس خیال کی تائید کرتا ہے ✦

اس امر کی نسبت کہ رسُولوں نے اُسقفی عہدہ قائم کیا اس بنا پر بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ مقدس کلیمنٹ کا خط کرنتھ کی کلیسیا کو اُس کے اپنے نام سے نہیں بلکہ رُوم کی کلیسیا کے نام سے لکھا گیا اور مقدس اگناشیوس نے بھی اپنا خط رُوم کے اسقف کو نہیں بلکہ رُوم کی کلیسیا کو لکھا۔ اوّل تو اس امر کے ثبوت کے لئے کہ کلیمنٹ اسقف نہ تھا یہ ضرور

ہے کہ جس شہادت کی بنیاد پر لائٹ فوٹ صاحب اور ڈیوچینی صاحب جیسے عالموں نے حال ہیں رُوم کا اُسقفی تواتر قائم کیا ہے وہ باطل ٹھہرائی جائے۔ اور اس کے علاوہ جس بات پر اعتراض مذکورہ بنتی ہے اُس کا بیان کرنا آسان ہے۔
رسُولوں کے زمانہ ہیں خادمان دین اور جماعت کے درمیان نہائت اتحاد ہوتا تھا اور اکثر جماعتیں شہروں میں تھیں۔ کیونکہ دیہاتی آدمی اب تک مشرک تھے۔ اور ہر ایک بڑے شہر ہیں ایک علیحدہ بشپ ہوتا تھا۔ پس مسیحی عام مجمعوں میں ملکر آسانی کے ساتھ بڑے امور پر غور کر سکتے تھے اور ایک خط جو ایک جماعت کی طرف سے دُوسری کو اُس کی مشکل کے وقت ہیں لکھا گیا ضرور ان بڑے امور ہیں شامل سمجھا گیا ہوگا۔ اس لئے اگر ہم یہ خیال کریں کہ مُقدّس کلیمنٹ کا خط بھیجے جانے سے پہلے رُوم کی جماعت کے ایک مجمع ہیں پڑھا گیا اور یہ قیاس کیا گیا کہ وہ اسی طرح سے کرنتھ کی جماعت کے مجمع ہیں پڑھا جائیگا تو سرنامہ مذکور غیر معمولی معلوم نہ ہوگا +

جو خط سمرنہ کے بشپ مُقدّس پلوکرپ نے فلپی کی کلیسیا کو لکھا اُس ہیں اُن کے بشپ کا کچھ ذکر نہیں پایا جاتا اور یہ امر بھی اس بات کی دلیل قرار دیا گیا ہے کہ فلپی جیسے بڑے

شہر میں بشپ کا عہدہ اُس وقت تک قائم نہیں ہُوا تھا لیکن
اوّل تو جو دلیلیں کسی بات کے ذکر نہ ہونے پر مبنی ہوتی ہیں
وہ پختہ نہیں ہوتیں اور اس کے علاوہ مُقدّس پلوکرپ کا
یہ خط بھیجنا ہی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ فلپی کی کلیسیا
کا انتظام ایسے غیر معمُولی طور کا نہ تھا۔ کیونکہ اس خط کے
ساتھ مقدس اگناشیوس کے خطوں کی وہ نقلیں بھی بھیجی
گئیں جن کے واسطے اہل فلپی نے درخواست کی تھی لیکن
مقدس اگناشیوس کے خطوں میں خادمان دین کے تین
درجوں پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ وہ باہمی اتفاق کے محفوظ
رکھنے کا ایک ضروری وسیلہ سمجھے گئے ہیں۔ پس یہ امر خلاف
قیاس ہے کہ سمرنہ کا اُسقف یہ خطوط فلپی کی کلیسیا کو بھیجتا
اور اُن کی اُس تعلیم کی طرف کچھ اشارہ نہ کرتا جو اُس کلیسیا کو
الزام کے لائق ٹھیراتی تھی اور اُس کی ناراضگی کا بھی باعث
ہوسکتی تھی ✣

الحاصل کُل بیان مذکورہ بالا سے ہم بے تامل یہ نتیجہ نکال
سکتے ہیں کہ جو خادمان دین کے درجے مقدس ارنیوس اور اُس
کے ہمعصروں کے وقت میں قائم تھے اُن کی نسبت اُن کا
یہ دعوے کرنا کہ اُن سب کو رسُولوں نے مقرر کیا تھا بجا تھا
اور خادمان دین کے تقرر کی ترتیب کے دیباجہ میں ہماری

کلیسیا کا یہ قول نہائت درست ہے کہ رسُولوں کے ایام سے مسیح کی کلیسیا میں خادمان دین کے یہ درجے برابر چلے آئے ہیں۔ یعنی بشپ۔ پریسبٹ اور ڈیکن +

اب ہم کو اس تیری بات پر غور کرنا ہے کہ کیا اس بات کا کچھ ثبوت ہے کہ جو شخص کلیسیا میں کوئی دینی خدمت پاتے ہیں اُن کو خُدا کے وعدے کے بموجب خاص رُوحانی بخشش ملتی ہے +

عنقریب سب مسیحی جو قدیم مسیحی جماعت سے الگ ہو گئے ہیں اور بعض اوقات وہ بھی جو اُس میں شامل ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ خادم دین بننا صرف ایک عہدے کا پانا ہے اور اُس کے سبب دیگر دنیوی عہدوں کی طرح خاص مرتبہ اور اختیار حاصل ہوتا ہے لیکن کسی قسم کی خاص بخششیں خُدا رُوح القدس سے نہیں حاصل ہوتیں +

اب یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا خیال سے اُس تعلق کی غلط فہمی ظاہر ہوتی ہے جو کلیسیا اپنے خداوند کے ساتھ رکھتی ہے۔ کلیسیا زندہ مسیح کا بدن ہے اور جب اس بدن کے کسی عضو کو کوئی خاص خدمت سپرد ہوتی ہے تو وہ بخشش بھی ملتی ہے جو اُس کے بجا لانے کے لئے ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ استحکام کی رسم

کے عمل میں لانے کے وقت ہر ایک اہل جماعت کو وہ فضل عنایت ہوتا ہے جو اُس کو اسلئے درکار ہوتا ہے کہ اپنی زندگی خاص مشکلات پر بطور ایک لائق مسیحی کے غالب آئے اور اپنے خاص فرائض کو بجالائے اور جس حال میں سب اہل جماعت کو خاص بخششیں ملتی ہیں۔ تو ہرگز خیال میں نہیں آسکتا کہ خادمان دین کو کچھ خاص خارسما یعنی بخشش عطا نہیں ہوتی +

حقیقت میں یہ خیال درست نہیں ہے اگرچہ کتب عہد جدید کے صرف تھوڑے سے حصے میں خادمان دین کے فرائض مذکور ہوئے ہیں۔ لیکن اس امر کی نسبت کہ اُنکو خاص فضل ملتا ہے اُس کی تعلیم نہائت صاف ہے۔ مقدس پولوس نے اُن کلمات میں جو اُوپر نقل ہو چکے ہیں[۵۱] افسس کے بزرگوں سے خطاب کر کے کہا کہ اُس سارے گلے کی خبرداری کرو جس کا رُوح القدس نے تمہیں نگہبان ٹھیرایا۔ اور جو خط مقدس تمتھیس کے نام لکھے گئے اُن میں رسُول نے اور بھی زیادہ صاف عبارت میں تحریر کیا کہ اُس نعمت سے غافل نہ رہ جو تجھے حاصل ہے۔ اور نبوّت کے ذریعہ بزرگوں کے ہاتھ رکھنے سے تجھے ملی ہے۔ اور

[۵۱] اعمال ۲۰ باب ۲۸۔ آئت + [۵۲] ا تمتھیس ۴ باب ۱۴۔ آئت +

پھر یہ کہ میں تجھے یاد دلاتا ہوں کہ تو خدا کی اُس نعمت کو ترقی دے جو[۵۷] میرے ہاتھ رکھنے کے باعث تجھے حاصل ہے کیونکہ خدا نے ہمیں دہشت کی رُوح نہیں بلکہ قدرت اور محبت اور تربیت کی رُوح دی ہے +

اور جو تحریرات رسُولوں کے زمانہ کے بعد لکھی گئیں اُن کی شہادت بھی عہد جدید کی تعلیم کے مطابق ہے۔ مقدس اگناشیوس کے خطوں میں سے ایک خط سمرنہ کے بشپ مقدس پلوکرپ کے نام لکھا گیا دوسری صدی کے پہلے نصف حصہ کی تحریرات میں صرف یہی خط ایسا ہے جو ایک دین کے خادم کے نام لکھا گیا۔ اُس کے پہلے فقروں میں سے ایک یہ ہے قولہٗ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جو فضل تجھے بخشا گیا ہے اُس کے وسیلے سے اپنی دوڑ میں آگے بڑھنے کی کوشش کر اور سب آدمیوں کو نصیحت کیا کر تا کہ وہ نجات حاصل کریں جسم اور رُوح دونو سے نہایت محنت کر کے اپنے عہدے کی عزت قائم رکھ +

پھر ہپولیٹس کے قوانین کلیسیا میں جس سے ایسے ایک امر کی نسبت پہلے زمانہ کی کلیسیا کا خیال معلوم ہونے کی توقع ہوسکتی تھی وہ دعائیں مندرج ہیں جو بشپوں اور پریسٹوں اور ڈیکنوں کے مقرر ہونے کے وقت استعمال کی جاتی تھیں۔ ان

[۵۷] ۲ تمتھیس ۱ باب ۶و ۷۔ آیات +

دعاؤں کے ذیل کے فقروں سے اس امر کی نسبت جس پر ہم خیال کر رہے ہیں قطعی شہادت حاصل ہوتی ہے قولہٗ اے خدا تو ہمارے خداوند یسوع مسیح کا باپ ہے تو رحمتوں کا چشمہ اور ہر قسم کی تسلی دینے والا خدا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے بندے فلاں پر نظر کر۔ اُس کو اپنی طرف سے نیکی اور قوت کی وہ رُوح عطا کر جو تو نے اپنے ایک ہی بیٹے یسوع مسیح کے وسیلے سے اپنے پاک رسولوں کو عطا کی تھی جنہوں نے ہر ایک مقام پر تیرے پاک نام کی عزت اور جلال کے لئے کلیسیا قائم کی ۔ ۔ ۔ ۔ اُسے بشپ کا اقتدار اور نرمی کی رُوح اور گناہوں کے بخشنے کا اختیار عطا کر ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے سے +

یہی دعا صرف نام تبدیل کر کے پرسبٹر کی تقرری کے وقت استعمال کی جاتی تھی اور ڈیکن کے تعین کے وقت یہ آگے کی دعا مانگی جاتی تھی۔ قولہٗ اے خدا تو ہمارے خداوند یسوع مسیح کا باپ ہے ہم بڑی آرزو کے ساتھ تجھ سے منت کرتے ہیں کہ تو اپنی پاک رُوح اپنے بندے فلاں پر کثرت سے نازل کر اور اُس کو اُن کی مانند لائق بنا جو تیری خدمت تیری نیک مرضی کے موافق بجا لاتے ہیں جیسے مقدس استیفان بجا لایا وغیرہ +

بعد کے زمانہ کی ایک یونانی زبان کی دعا جو تیسری صدی کی سمجھی جاتی ہے اس طرح پر ہے قولہ اے خداوند قادر مطلق اُسے اپنے رُوح القدس سے حصہ عطا کر تاکہ وہ تیرے حضور میں پاک نذر کے گذراننے کا اختیار حاصل کرے ؛

ایام مابعد کی دعاؤں کا نقل کرنا کچھ ضرور نہیں۔ کیونکہ باوجود ترتیب اور الفاظ کی تفاوت کے اور طرح طرح کی رسموں کے زیادہ ہونے کے اُن سب میں اس مضمون کی دعا پائی جاتی ہے کہ دینی خدمت پر مقرر ہونے والوں کو خُدا رُوح القدس کی بخشش ملے ؛

غرضکہ شروع سے ہر زمانہ میں اُن شخصوں کا جنہوں نے خادمانِ دین کو خداوند کے انگورستان میں بھیجنے کا اختیار پایا ہے[1] دعا کے ساتھ سر پر ہاتھ رکھنا مسیحی کلیسیا میں خادمانِ بنانے کے لئے ضرور اور کافی سمجھا گیا ہے اور ہمیشہ یہ یقین کیا گیا ہے کہ خدا کا فضل اُن کو جو مناسب طور سے اُس کے خواستگار ہوتے ہیں ظاہری نشان کے ساتھ ملتا ہے ؛

۴ - اب صرف اس امر کا بیان کرنا باقی ہے کہ خادمانِ دین کے خاص کام کیا ہیں ؛

اس بیان کے بیان شروع کرنے سے پہلے اس بات

---

[1] مسائل دین ۲۳ مسئلہ ؛

کو یاد کرنا مفید ہوگا کہ خادمان دین جماعت سے الگ نہیں ہوتے بلکہ وہ اُس میں اس طرح سے شامل ہوتے ہیں جس طرح جسم میں ہاتھ پاؤں۔ پولوس نے اُس گلے کا ذکر کیا جس کا روح القدس نے افسس کے بزرگوں کو نگہبان ٹھہرایا تھا۔ یونانی میں بجا (کا)، کے حرف ربط (میں) ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اُس کے مسیحی جو دین کے خادم تھے اور جو نہ تھے سب مسیح کے ایک گلے میں شامل تھے +

لیکن اس کے ساتھ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا کلیسیا نے اس بات کا بھی ہمیشہ دعوےٰ کیا ہے کہ دینی خدمت مسیح نے خود مقرر کی اور اُس کے قائم رکھنے کے لئے رسُولوں کو خادمانِ دین مقرر کرنے کا اختیار دیا اور پھر اُنہوں نے یہی اختیار اُن کو دیا جن کو اس لئے مقرر کیا کہ اس خدمت کو مسیحیوں میں جاری رکھیں +

اِن باتوں کو خیال میں رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ خادمانِ دین کا کام یہ ہے کہ ادھر تو مسیحی جماعت کی طرف سے خدا کے حضور میں قائم مقام بنیں اور اُدھر اپنے زندہ خداوند کی طرف سے جماعت کے لئے نائب بنیں اُن کی خدمت کے یہ دونو جزو بالکل الگ نہیں کئے جا سکتے لیکن اُن کے بعض کا مول

سلہ اعمال ۲۰ باب ۲۸۔ آیت +

میں ایک جزو اور بعض میں دوسرا زیادہ نظر آتا ہے مثلاً خادمانِ
دین مسیحی جماعت کی طرف سے قائم مقام بنکر حمد اور دعا اور عشا
کی قربانی خدا کی حضور میں پیش کرتے ہیں اور اپنے زندہ خداوند
کے نائب بنکر کھوئے ہوؤں کہ ڈھونڈھتے ہیں۔ نیز تائب لوگوں
کو ہوشیار کرتے ہیں ایمانداروں کی ہمت بندھاتے ہیں اور
اسی طرح سے اُس کے نام سے بپتسمہ دیتے ہیں۔ عشا کی
تقدیس کرتے ہیں۔ برکت کا کلمہ کہتے ہیں گناہوں کی معافی
کا اظہار کرتے ہیں۔ خادمان دین بناتے ہیں +

اس کے علاوہ اس سبب سے کہ رسُولوں کے وقت سے
خادمان دین کے تین درجے چلے آئے ہیں شروع سے خاص
خاص بڑے کاموں کے کرنے کا اختیار اُنہیں کو ملا ہے
جنہوں نے کلیسیا میں اعلےٰ درجہ پایا ہے اگر اس امر کی نسبت
عہد جدید میں اور بعد کی قدیم تحریرات میں ایسی قوی شہادت
نہیں ملتی جیسی کہ اُن زیادہ بڑی باتوں کی نسبت ملتی ہے
جن کا بیان ہو چکا ہے تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔
جو تصنیفات اُس زمانہ کی ہم تک پہنچی ہیں اُن میں چھوٹی
چھوٹی معمولی باتوں کا ذکر بغیر کسی خاص سبب کے نہیں
کیا گیا۔ البتّہ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ کتب عہد جدید اور اُس کے
بعد کی تصنیفات میں جو قواعد اور دستور مذکور ہوئے ہیں

وہ بعد کے زمانہ کے قواعد اور دستوروں کے مطابق ہیں۔ لیکن
پھر بھی بعض امور کی نسبت اب صاف صاف شہادت
نہیں مل سکتی۔ ایسے امور کی نسبت مقدس اگستنوس کے
اس قاعدے پر عمل کرنا واجب ہے قولہٗ جس بات کو کلیسیا کے
جامع مانتی ہے اور گو کونسلوں نے اُس کا حکم نہیں دیا پھر
بھی وہ کلیسیا میں ہمیشہ جاری رہی ہے اُس کی نسبت یہ
یقین کرنا کہ وہ رسُوں کے حکم سے جاری ہوئی نہایت درست ہے*
چنانچہ اس بات کے یقین کرنے کی معقول وجہ ہے
کہ خادمان دین بنانے کا اختیار رسُولوں کے وقت سے صرف
اُنہیں شخصوں کو حاصل رہا ہے جنہوں نے خود بشپ کا
درجہ پایا ہے کلیسیا کے پہلے خادمان دین رسُولوں نے آپ
بنائے اور دوسری پشت میں مقدس تمتھیوس اور مقدس
ططس جیسے منصب والے آدمی یہ اختیار عمل میں لائے۔
عہد جدید میں اس بات کی شہادت بالکل نہیں ملتی کہ فقط
پریسبٹر خادمان دین بنا سکتے تھے ہپولٹس کے مجموعہ قوانین کا یہ قاعدہ کہ
پریسبٹروں کو خادمان دین بنانے کا اختیار نہیں دیا گیا اس امر
کی تائید کرتا ہے*
اسی طرح اس بات کا بھی ذکر کہ ڈیکنوں کو عشائی تقدیس
کرنے یا گناہوں کی معافی کا حکم سنانے کا اختیار نہیں ملا عہد

جدید میں صاف طور پر نہیں پایا جاتا لیکن تاہم اُس کے ماننے کے لئے کافی ثبوت ہے۔

مذکورہ بالا دو بڑی باتیں اس امر کی مثالیں ہیں کہ بعد کے عام کے دستور کے مطابق پہلے زمانہ میں بھی خادمانِ دین کے اختیارات اُن کے درجوں کے بموجب محدود تھے اور اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ وہ رسُولوں کی منظوری سے محدود ہوئے تھے۔

خادمانِ دین کے ذکر کے ساتھ چند کلمات ایسے ایک امر کی نسبت بھی لکھنے مناسب معلوم ہوتے ہیں جس کے باعث بدمزگی کے ساتھ بحث خاص کر اس وجہ سے ہوئی ہے کہ اُس سے متعلق الفاظ کے معنی پر پُورے طور سے غور نہیں کیا گیا وہ بات یہ ہے کہ کلیسیا کے خادمانِ دین کو کاہن یعنی پریسٹ کہنا واجب ہے یا نہیں ہمیں دو ذیل کی باتوں کے یاد رکھنے سے اس کے سمجھنے میں بہت مدد حاصل ہو سکتی ہے۔

اوّل۔ مسیحیوں میں کوئی شخص شک نہیں کرتا کہ کلیسیا کا ربانی سردار جو عہدۂ آسمان پر رکھتا ہے اور جو کام ہمارے واسطے ہمیشہ کرتا رہتا ہے وہ کہانت سے علاقہ رکھتا ہے چنانچہ ہم[1] کو عبرانیوں کے خط میں یہ بات بار بار یاد دلائی گئی ہے کہ مسیح ملک

[1] عبرانی ۵ باب ۶ و ۱۰ - آیات و ۶ باب ۲۰ - آئت و ۷ باب ۸ و ۱۱ و ۱۷ و ۲۱ - آیات - اور دیکھو ۲ - باب ۱۷ - آئت و ۳ باب ۱ - آئت و ۴ باب ۱۴ - آئت۔

صدق کے طریقے کا ابد تک کاہن رہیگا +

دوم- اس میں بھی شک نہیں ہو سکتا کہ مسیحی جماعت کا منصب و کام بھی کہانت سے علاقہ رکھتا ہے- مقدس پطرس نے ایشیاے کوچک کے مسیحیوں کو یہ لکھا کہ تم[۵۱] بھی زندہ پتھروں کی طرح روحانی گھر بنتے جاتے ہو تاکہ کاہنوں کا مقدس فرقہ بن کر ایسی روحانی قربانیاں چڑھاؤ جو یسوُع مسیح کے وسیلے سے خدا کے نزدیک مقبول ہیں- اور جو گیت چار جاندار تخت کے سامنے گاتے ہیں اُس میں یہ کلمات شامل ہیں- تو نے[۵۲] ذبح ہو کر اپنے خون سے ہر ایک فرقہ اور اہل زبان اور امت اور قوم میں سے خدا کے واسطے لوگوں کو خرید لیا اور اُن کو ہمارے خدا کے لئے بادشاہ اور کاہن بنا دیا اور وہ زمین پر بادشاہی کرتے ہیں +

اب ان باتوں سے جن کو سب مانتے ہیں یہ ضروری نتیجہ نکلتا ہے کہ خادمان دین کا منصب اور کام بھی درحقیقت کسی معنی میں کہانت سے علاقہ رکھتا ہے +

اگر خادمان دین آدمیوں کے لئے مسیح کے جو آسمان پر ہے نائب ہیں تو یہ غیر ممکن ہے کہ وہ بحیثیت اُس کے کلیسیا کے سردار کاہن ہونے کے بھی اُس کے نائب نہ ہوں- اسی

۵۱ ا- پطرس ۲ باب ۵- آیت + ۵۲ مکاشفہ ۵ باب ۹ و ۱۰- آیات +

طرح اگر خادمان دین خدا کے حضور میں جماعت کی طرف سے قائم مقام ہوتے ہیں تو یہ غیر ممکن ہے کہ وہ جماعت کی کہانت کا خاص نشان اور صفت اپنے میں نہ رکھتے ہوں ٭

البتہ کاہن اور کہانت کے الفاظ کا استعمال ایسے معنوں میں بھی ہوا ہے جن کو مسیحی کلیسیا کے خادمان دین سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ چنانچہ کلیسیا کا کوئی خادم کہانت کے اُس لاثانی کام کو جس کے سبب خداوند کو صلیب پر جان دینی ضرور ہوئی دوبارہ نہیں کر سکتا۔ اس بات کا ذکر عشائے ربانی کے بیان میں بخوبی ہو چکا ہے۔ پھر خادمان دین کے مقرر ہونے سے یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ خدا اور آدمیوں کے درمیان کوئی روک ہوں بلکہ اُوپر کے بیان کے موافق وہ اس مطلب سے مقرر ہوتے ہیں کہ خدا کی صفات آدمیوں پر ظاہر کریں اور اُس کی عبادت میں اُن کے پیشوا اور مددگار بنیں۔ اس کے علاوہ کلیسیا کے خادم ایک جانب تو خداوند سے اور دوسری جانب مسیحی جماعت سے علیحدہ ہو کر کچھ منصب یا اختیار نہیں رکھتے اگر وہ آدمیوں کے لئے مسیح کے نائب ہیں تو خود خداوند اُن کے ذریعہ سے بولتا اور کام کرتا ہے اور اگر وہ خدا کے سامنے جماعت کے قائم مقام بنتے ہیں تو ہر ایک شخص اہل جماعت سے اُن کے ہر ایک قول و فعل

میں شریک ہوتا ہے +

جن غلطیوں کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا اُن سے تو ضرور بچنا چاہیئے مگر پھر بھی خادمان دین کے درحقیقت کاہن ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس کے برعکس یہ کہنا بالکل درست ہے کہ وہ مسیح کے نائب ہونے کی حیثیت سے بھی اور کلیسیا کے قائم مقام ہونے کے اعتبار سے بھی کہانت کی خدمت خدا کی حضور میں بجا لاتے ہیں +

یہ صحیح ہے کہ کاہن کا لقب عہد جدید میں کسی درجہ کے خادمان دین کو نہیں دیا گیا ہے لیکن اسکی دو وجہ بیان کی جا سکتی ہیں - اوّل یہ کہ کلیسیا کے خادموں کا کام اور منصب دنیا میں ایک نیا امر تھا اُن کی خاص خدمت اُس زمانہ کے یہودیوں اور مشرکوں کے کاہنوں کی طرح یہ نہیں تھی کہ خدا کے یا بتوں کے روبرو نذریں پیش کریں - بلکہ یہ تھی کہ مسیحی جماعت کو تعلیم دیں - اُس کا انتظام کریں اور ہر طرح سے مسیح کے گلہ کی طرح اُس کی خبر گیری کریں لیکن کاہن کا لقب اُس زمانہ کے استعمال کے موافق انکی اُن مختلف خدمتوں کو ظاہر نہ کر سکتا تھا - دوم اس لفظ کے ساتھ ایسے خیالات دل میں آتے تھے جو پہلے مسیحیوں کو ناپسند تھے جب یہودیوں کے کاہنوں کا ذکر کیا جاتا تھا -

تو اُس کے ساتھ اُن کے عہدے کے موروثی ہونے اور جانوروں کے ذبح کیئے جانے کا خیال دل میں آتا تھا اور جب مشرکوں کے کاہنوں کا ذکر کیا جاتا تھا تو اُس کے ساتھ ایسے خیال دل میں آتے تھے۔ جن سے مسیحی نہائت نفرت کرتے تھے ✣

لیکن چونکہ اب وجوہات مذکورہ بالا مانع نہیں رہی ہیں اس واسطے کوئی سبب نہیں ہے جس کے باعث ایسا ایک لقب استعمال نہ کیا جائے جو خادمان دین کے بعض کاموں کو عمدہ طور پر ظاہر کرتا ہے ✣

خاتمہ کتاب

ہم نے اس کتاب میں عقیدوں اور کتب مقدسہ اور دعاؤں کی ترتیبوں اور پاک بپتسمہ اور رسم استحکام اور عشائے ربانی اور خادمان دین کا بیان کیا ہے۔ یہ ہمارا بڑا ورثہ ہے جو ہم نے پایا ہے۔ چاہیئے کہ اُس پر غور کرنے سے یہ خیال ہمارے دلوں پر غالب ہو کہ یہ بڑا ورثہ ہم کو صرف اپنے ہی فائدہ کے واسطے نہیں ملا ہے ✣

ہمارے گرد لاکھوں ایسے آدمی ہیں جو خدا کو نہیں پہچانتے

مگر مسیح جیسے ہمارے واسطے ویسے ہی اُن کے واسطے مُوا اور وہ روحانی زندگی صرف اسی طرح سے پا سکتے ہیں کہ اُس سچائی اور فضل میں شریک ہوں جو ہم کو عطا ہوئے ہیں +

پھر جو پاک بپتسمہ پا کر مسیح کے گلے میں شامل ہوئے ہیں اُن میں کے زیادہ تر لوگ بعض بڑے حقوق سے محروم ہیں جو ہم کو حاصل ہیں اور اُس کا سبب اُن کی اپنی یا اُن کو تعلیم دینے والوں کی ضد یا ہٹ نہیں ہے ان میں سے بعض نے ایک ایسے مطلق العنان تحکم کی فرمانبرداری اختیار کی ہے جس سے پہلے زمانہ کی کلیسیا بالکل واقف نہ تھی اور مسیحی دین میں بہت سے غلط عقائد بھی بڑھا لئے ہیں جو اصل کاتھولک عقائد کے موافق نہیں ہیں[۵۱]

اوروں نے مسیح کی قدیمی کلیسیا سے علیحدگی اختیار کی ہے اور ایسے خادمان دین مقرر کئے ہیں جو رسولی سلسلے سے علیحدہ ہیں اور کاتھولک دین کے بعض حقائق سے بھی اُن کا اعتقاد جاتا رہا ہے اور نیز کلیسیا کے بعض قدیم دستوروں اور قاعدوں کو اُنھوں نے ترک کر دیا ہے[۵۲] +

بیشک یہ عقلمندی نہیں ہے کہ ہم ان باتوں کو ناچیز سمجھیں اور نہ یہ خیرخواہی ہے کہ ہم اُن کا ذکر ایسے طور سے

---

۵۱ دیکھو تشریح نمبر ۵۹ صفحہ ۱۵۷ + ۵۲ دیکھو تشریح نمبر ۶۰ صفحہ ۱۵۸ +

کریں کہ وہ خفیف معلوم ہوں۔ اور یہ ہرگز درست نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے کسی فعل سے یہ ظاہر کریں کہ یہ باتیں غلطیوں میں داخل نہیں ہیں +

لیکن اس امر کا ایک اور پہلو بھی ہے گذشتہ تین صدیوں کے احوال سے اور ہمارے اپنے زمانہ کے احوال سے بھی یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ خدا نے نہ رومن کاتھولکوں کو اور نہ مختلف فرقوں کے آدمیوں کو جو قدیمی کلیسیا سے الگ ہو گئے ہیں اپنے فضل سے محروم رکھا ہے۔ اس کے برعکس اُنہوں نے خاص خاص وقتوں اور موقعوں پر ہم کو ایسا عمدہ نمونہ دکھایا ہے جس کی شکرگذاری کے ساتھ پیروی اور قدردانی کرنی ہم پر واجب ہے +

پس ہم کو اس کتاب کے ختم کرنے سے پہلے اپنے حال پر نظر کر کے خدا سے جو ہر ایک اچھی بخشش اور ہر ایک کامل انعام کا دینے والا ہے یہ دعا مانگنی چاہیئے کہ وہ ہمارے دلوں میں ہماری ذمہ واری کا خیال زیادہ پیدا کرے۔ اور جو بڑا کرم اُس نے ہم پر کیا ہے اُس کے باعث ہم کو زیادہ شکرگذار بنائے اور ہماری محبت کو زیادہ کرے اور ہمیں ایسی توفیق عطا کرے کہ ہم اپنے خداوند کی خدمت زیادہ تر دل و جان سے بجا لائیں اگر ہماری یہ دعا قبول ہو تو اسبات

کی امید کرنی بیجا نہ ہو گی کہ خدا مناسب وقت پر ہماری کلیسیا کو اس جگہ اور اور جگہ اُس کی محنت کے عوض میں یہ انعام بخشیگا کہ وہ بہت سے آدمیوں کی روحیں جو گمراہی کے اندھیرے میں ہیں بچائیگی اور ممکن ہے کہ خدا کے فرزندوں کے واسطے جن میں باہم تفرقہ پڑ گیا ہے پھر ایک جا جمع ہونے کا مقام بھی بنے +

تشریحات

نمبر۱- دیکھو صفحہ ۳

خدا (باپ اور بیٹے اور رُوح القدس) پر یقین کرنا اور بات ہے اور یہ یقین کرنا کہ پاک کاتھولک کلیسیا ہے اور بات ہے- کسی پر یقین کرنا اُس کا ذی جہالت اور اعتبار کے لائق ہونا ظاہر کرتا ہے +

نمبر۲- دیکھو صفحہ ۳

اس مقام پر اُن شخصوں کا ذکر کچھ نہیں کیا گیا ہے- جو مسیح کے آنے سے پہلے یا اُس کے آنے کے بعد بغیر پلانے کلام الٰہی کے خُدا کے طالب رہے ایسے آدمیوں کی نسبت اسبات کا یاد کرنا کافی ہے کہ خدا کی محبت اور رحمت ہمارے

خیال سے نہایت زیادہ ہے۔ زمانہ سلف اور زمانہ حال کے علمانے بھی ایسے آدمیوں کی نسبت یہ سمجھا ہے کہ گو وہ بظاہر کلیسیا سے علاقہ نہیں رکھتے لیکن ازروے باطن کے رکھتے ہیں ٭

نمبر ۳۔ دیکھو صفحہ ۴

رومن کاتھولک بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ نجات یافتہ روحیں اب تک کامل نہیں ہوئی ہیں اور اُس کی تعلیم دیتے ہیں لیکن وہ اس کے ساتھ اُس کلیسیا کے جو آرام کی حالت میں ہے دو حصے کرتے ہیں اور اُن۔ کے خیال کے موافق اوّل حصّے میں صرف چند اعلے درجے کے مقدس لوگ شامل ہیں جن کو خُدا کا دیدار حاصل ہوا ہے اور اُن کو شفیع سمجھ کر اُن سے دعا مانگنا درست ہے اور دوسرے حصّے میں اور سب ایماندار جو دنیا سے رحلت کر گئے ہیں شامل ہیں اور وہ موت کے بعد پرگیٹوریم یعنی گناہ سے پاک کئے جانے کے عالم میں داخل ہوتے ہیں اور ایمانداروں کی دعا کی مدد کے محتاج اسلئے ہوتے ہیں کہ اُس عالم کے سخت عذاب سے جلد تر رہائی پائیں رومن کاتھولکوں نے یہ باتیں دین میں بیوجہ بڑھائی ہیں اور ان لوگوں کا یہ خیال کرنا کہ ثوابوں کا ایک خزانہ ہے جس کو پوپ اپنی مرضی کے موافق کھول سکتا ہے اور بند کر سکتا ہے ایک اور غلطی ہے

جو عقل اور نقل دونو کے خلاف ہے جو ایماندار دنیا سے رحلت کر جاتے ہیں اُنکے لئے قدیم زمانہ کی کلیسیا میں دعائیں مانگی جاتی تھیں لیکن یہ دعائیں سب ایمانداروں کے لئے یکساں مانگنی چاہئیں اور اُن کی صورت یہ ہونی چاہئے کہ یا تو عشاے ربانی کی ترتیب کے موافق اُن کے لئے خدا کا شکر بجالایا جائے یا کوئی دعا مندرجہ ذیل دعا کے موافق مانگی جائے +

دُعا

اے خدا ہم تجھ سے منت کرتے ہیں کہ تو اُن مقدس لوگوں پر جو آرام میں داخل ہوئے ہیں اپنا نور زیادہ تر چمکا اور اُن کی اُمید اور خوشی کو دائمی ترقی عطا کر +

نمبر ۴ - دیکھو صفحہ ۴

کلام الٰہی میں ایسی کلیسیا کا جو دنیا میں ہماری نظر سے پوشیدہ ہے ذکر نہیں ہُوا ہے بلکہ اُس میں کلیسیا کے لفظ کا استعمال یا تو اُس مسیحی جماعت کے لئے ہُوا ہے جو دنیا میں سب کو نظر آتی ہے اور یا اُس جماعت کے لئے جس کا ایک حصہ آسمان پر ہے اور نظر نہیں آتا اور دوسرا زمین پر ہے اور نظر آتا ہے جیسا کہ اس کتاب میں بیان ہُوا ہے +

نمبر ۵ - دیکھو صفحہ ۶

دیکھو متی ۲۸ باب ۲۰- آئت و یوحنا ۱۴ باب ۲۶- آئت و ۱۶ باب ۱۳- آئت- متی ۱۶ باب ۱۸- آئت جو اکثر اس امر کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے کلیسیا کے بدی پر غالب آنے سے خاص علاقہ رکھتی ہے نہ کہ اُس کے غیر معیُوب ہونے سے +

نمبر ۶- دیکھو صفحہ ۷

یہ امر قابل غور ہے کہ مقدس پولوس نے کل مسیحی جماعت کو بھی اور خاص خاص جگہ کی مسیحی جماعتوں کو بھی مسیح کا بدن قرار دیا ہے- دیکھو افسی ۴ باب ۱۶- آئت و ۱- کرنتھی ۱۲ باب ۲۷- آئت +

نمبر ۷- دیکھو صفحہ ۸

اعمال ۲ باب ۴۲- آئت- اس آیت میں یونانی لفظ کوآئنونیا جس کا ترجمہ رفاقت کیا گیا ہے غالباً اس بات کی طرف خاص کر اشارہ کرتا ہے کہ پہلے شاگرد اپنا کل مال جماعت کو دیدیا کرتے تھے اور اس مشترکہ مال سے اُن کے اخراجات اور غریبوں کی مدد وغیرہ کا انتظام ہوتا تھا +

نمبر ۸- دیکھو صفحہ ۸

اور دعا مانگنے میں- اصل میں دعاؤں میں ہے اور لفظ دعاؤں کے پہلے حرف معرفت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعاؤں سے وہ دعائیں مراد ہیں جو جماعت کے ساتھ مانگی جاتی تھیں

ان میں وہ دعائیں بھی شامل سمجھی جاسکتی ہیں جو شاگرد ہیکل میں مانگتے تھے جہاں اندنوں میں مزموروں کا بہت استعمال ہوتا تھا اور وہ دعائیں بھی جو مسیحی دین سے خاص علاقہ رکھتی تھیں اور بلاشبہ اول بالاخانہ میں مانگی گئیں (اعمال ا باب ۱۳-آئت) +

نمبر ۹- دیکھو صفحہ ۱۱

یہ خیال کیا گیا ہے کہ ۱-کرنتھی ۱۵ باب کی پہلی آئتیں ایک عقیدے کی طرف اشارہ کرتی ہیں جسے کرنتھس کے مسیحی استعمال کرتے تھے +

نمبر ۱۰- دیکھو صفحہ ۱۲

اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ پہلی تین صدیوں میں کسی ایک عقیدے کا استعمال کرنا کس واسطے ضروری نہ سمجھا گیا اور پھر بھی مختلف عقیدوں میں کس واسطے نہایت کم فرق ہوتا تھا- اس کا سبب یہ تھا کہ درحالت بپتسمہ کے کلمات کے قائم و محفوظ رکھنے کے ہر ایک کلیسیا کے پیشوا یہ اختیار رکھتے تھے کہ جو تعلیم اُنہوں نے بوسیلہ کلام الٰہی کے یا بزرگوں سے زبانی پائی تھی اُس کے موافق اُن کلمات کی تفصیل اپنے اپنے طور پر کریں +

نمبر ۱۱- دیکھو صفحہ ۱۲

اگراس امرپرغورکیا جائے توجوجملے عقیدے میں کلیسیاسے متعلق اوراُس کے بعد ہیں وہ بے محل معلوم نہ ہونگے کلیسیا میں فقط روح القدس خاص تاثیر پیدا نہیں کرتا بلکہ ایماندار اپنے گناہوں کی معافی بھی حاصل کرتے ہیں اور بذریعہ مقدسوں کی شراکت کے حیاتِ ابدی کے واسطے تربیت پاتے ہیں۔ عقیدے کے تیسرے حصّے میں جملوں کا باہمی تعلق نہایت غور کے لائق ہے ؛

نمبر۱۲- دیکھو صفحہ ۱۲

یہ عام خیال کہ نکایا کے عقیدے کے آخری جملے قسطنطنیہ کی کونسل میں جو ۳۸۱ء میں منعقد ہوئی تھی بڑھائے گئے بے بنیاد ہے ؛

نمبر ۱۳- دیکھو صفحہ ۱۳

اس قول سے عقیدے کے یہ الفاظ (اور بیٹے سے) مستثنےٰ سمجھنے چاہئیں کیونکہ یہ عقیدے میں مابعد بغیر کسی عام کونسل کی منظوری کے بڑہائے گئے۔ اگراُن کے صحیح معنی سمجھے جائیں تو اُن سے ایک اعلےٰ حقیقت ظاہر ہوتی ہے لیکن اُن کی ایسی غلط تاویل بھی بآسانی کی جاسکتی ہے جس سے اس اصُولی بات میں شبہ پڑسکتا ہے کہ مبدۂ الوہیت ایک ہی ہے یعنی باپ۔ اسی وجہ سے مشرقی یورپ کی کلیسیا

نے اُن کو اب تک قبول نہیں کیا ہے ÷

نمبر ۱۴ - دیکھو صفحہ ۱۶

رسُولوں کے عقیدے کا تنہائی کی عبادت کے شروع میں پڑھنا مفید پایا گیا ہے ÷

نمبر ۱۵ - دیکھو صفحہ ۱۶

مقدس اتھاناسیوس کے عقیدے کی تواریخ رسُولوں کے عقیدے اور نکایا کے عقیدے کی تواریخ سے مختلف ہے مسیحی دین کے عقائد کا یہ عمدہ بیان صرف عقیدہ نہیں ہے بلکہ ایک گیت ہے اور اُس کی عبارت مقدس اگستنوس کی عقائد سے متعلق تصنیفات پر مبنی ہے اُس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہے لیکن اُس کے مضمون پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غالباً پانچویں صدی میں ہسپانیہ یا گال میں مرتب ہؤا۔ کسی عام کونسل نے اُس کو کبھی منظور نہیں کیا لیکن وہ پھر بھی ۸۰۰ء سے مغربی یورپ کی سب کلیسیاؤں میں رفتہ رفتہ جاری ہو گیا۔ یہ عقیدہ کلیسیائے انگلستان کی گرجاؤں میں خاص خاص عیدوں و پاک دنوں پر صبح کی نماز کے وقت رسُولوں کے عقیدے کی جگہ پڑھا جاتا ہے ÷

اس عقیدے کے وہ جملے جن میں عذاب کا ذکر ہے

اعتراض کے لائق معلوم نہ ہونگے اگر ذیل کی باتوں کو یاد رکھا جائیگا ÷

(۱) یہ جملے مسیحیوں سے علاقہ رکھتے ہیں نہ کہ دیگر شخصوں سے چنانچہ پہلی ہی آیت میں ایمان پر قائم رہنا مذکور ہوا ہے ÷

(۲) یہ جملے پاک ثالوث اور تجسم کے اصُول سے علاقہ رکھتے ہیں نہ کہ اُن کی تشریحات اور امور متعلقہ سے ÷

(۳) ان جملوں کو اُسی طرح خاص شرائط سے محدود سمجھنا چاہیے جس طرح کتب مقدسہ کے دیگر عام وعدوں اور وعیدوں کو ÷

انگلستان کی کلیسیا کے انتالیس ۳۹ مسائل دین اور دیگر کلیسیاؤں کے اسی قسم کے عقائد کے بیانات وہ درجہ نہیں رکھتے جو کاتھولک عقیدے رکھتے ہیں اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ کوئی کلیسیا کاتھولک نہیں سمجھی جا سکتی جو نکایا کے عقیدے کو قبوُل نہیں کرتی لیکن کسی ایک ملک کی کلیسیا کو ضرور نہیں ہے کہ جو بیان کسی دوسرے ملک کی کلیسیا نے عقائد کا کیا ہے اُس کو قبول کرے - کیونکہ ہر ملک کی کلیسیا اپنے عقائد کا بیان اپنی خاص حالت کے موافق کرتی ہے اور ضرور نہیں ہے کہ یہ بیان کسی دُوسرے

ملک کی حالت کے بالکل موافق ہو۔ ٹرنٹ کی کونسل میں جو
سولھویں صدی میں منعقد ہوئی زیادہ تر ملک اٹلی کے
بشپ موجود تھے پس اگر اس کونسل کے فیصلے کتاب
مقدس اور پہلے زمانہ کی تعلیم اور دستوروں کے موافق
بھی ہوتے تو بھی اُس کونسل کا کل کلیسیا کو اپنے فیصلوں
کے قبول کرنے کے لئے مجبور کرنا بیجا اور نادرست ہوتا +

نمبر ۱۶۔ دیکھو صفحہ ۲۸

پتھروں اور درختوں اور جانوروں وغیرہ کی ایسی بیجا
پرستش بھی جیسی کہ افریقہ کے جاہل وحشی آدمی کرتے ہیں
انسان کی طبیعت کے اس خاصہ کو ظاہر کرتی ہے۔ جن
مذہبوں میں خدا کی ہستی سے انکار کیا گیا اور پھر بہت سے
معبود مانے گئے وہ بھی اس امر کے شاہد ہیں بُدھ مذہب
کی تواریخ سے اس کی ایک اچھی مثال ملتی ہے اس مذہب
کو ہندوستان میں شروع ہوئے دو ہزار برس سے زیادہ
گذرے اور اُس وقت کوئی خدا نہیں مانا گیا لیکن بعد میں
اُس کا زور اس ملک میں نہ رہا اور اس ملک کے لوگ پھر
ہندو مذہب کی تعلیم کے موافق بہت سے معبود ماننے لگے
اور شمال کے ملکوں میں اور خاص کر چین اور جاپان کے
ملکوں میں بُدھ مذہب ایک ایسا مذہب بن گیا جس میں

بے شمار معبودوں کی پرستش کرنی ضرور سمجھی جاتی ہے ۔

نمبر ۱۷ - دیکھو صفحہ ۳۲

جب کسی بندگی میں گیت گائے جائیں تو بہتر ہے کہ ایک سے زیادہ ایسے گیت گانے کے لئے منتخب نہ کئے جائیں جن میں خطاب خاص کر خُداوند کی یا رُوح القدس کیطرف ہو ۔

نمبر ۱۸ - دیکھو صفحہ ۳۳

نبیوں نے نہایت صاف اور واضح تعلیم اس امر کی دی کہ فقط ظاہری رسُوم کا ادا کرنا بغیر محبت الٰہی اور پاک زندگی کے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا دیکھو یسعیاہ ۱ - باب ۱۰ تا ۱۷ آیات ۔

نمبر ۱۹ - دیکھو صفحہ ۳۴

خُداوند کے یہ کلمات ربیوں کے اس قول سے مشابہت رکھتے ہیں کہ جب دو یا تین ملکر شریعت الٰہی کا مطالعہ کرتے ہیں تو سکینہ کا جلال اُن پر سایہ کرتا ہے ۔

نمبر ۲۰ - دیکھو صفحہ ۳۶

یہودیوں کی دعاؤں میں اٹھارہ برکت کے کلمے بڑا درجہ رکھتے تھے ۔

نمبر ۲۱ - دیکھو صفحہ ۳۶

کہتے ہیں کہ ربانی دعا کے سب جملے علیحدہ علیحدہ یہودیوں

کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن صرف خداوند کی منظوری وحکم نے بہیئت مجموعی اُس کو مسیحیوں کی عام دعا بنایا ہے +

نمبر ۲۲۔ دیکھو صفحہ ۳۶

یہ خط ایسی ایک دعا پر ختم ہوتا ہے جو عشاے ربانی کی دعاؤں کی مانند ہے +

نمبر ۲۳۔ دیکھو صفحہ ۳۶

جو لوگ تحریری دعاؤں کا استعمال ترک کرتے ہیں اُن میں عبادت کی قدر وعظ کی نسبت رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے۔ اُن کا خاص منشا جمع ہونے سے یہ ہوتا ہے کہ وعظ سُن کر فائدہ اٹھائیں نہ یہ کہ خدا کی عبادت کریں۔ بیشک وعظ نہایت عمدہ چیز ہے لیکن اُس کو خدا کی بندگی کا اعلےٰ حصہ سمجھنا بڑی غلطی ہے +

نمبر ۲۴۔ دیکھو صفحہ ۳۶

جو عبادت خاندان کے ساتھ ملکر یا اپنے آپ کی جاتی ہے اُس میں ہر ایک آدمی کو خواہ مخواہ زیادہ آزادی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے موقعوں کے استعمال کے واسطے ہر ایک صاحب لیاقت شخص مناسب دعائیں مرتب کر کے شائع کر سکتا ہے اس کے علاوہ جب عبادت اپنے آپ کی جاتی ہے فقط مقرری دعاؤں کا استعمال کرنا ضرور نہیں ہوتا بلکہ بہتر ہے

کہ صرف اُن کا استعمال نہ کیا جائے۔ کیونکہ ہر ایک شخص اپنے خاص ضروریات کو آپ زیادہ جانتا ہے اور اُن نعمتوں سے بھی جو خدا اُس کو عطا کرتا ہے اور جن کے لئے اُس کو شکر بجا لانا واجب ہے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے جو شخص تنہائی میں بھی منفردی دعاؤں کے استعمال کو بالکل ترک کرتا ہے اُس کو رُوحانی نقصان کے پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اُس کی دعا اور حمد میں اکثر بے ترتیبی ہی نہیں ہوتی بلکہ اُن کا مضمون بھی ناتمام اور محدود ہوتا ہے۔ دنیوی خیالات بھی اُس کی توجہ میں بہت جلد خلل ڈالتے ہیں اور خُدا کی حضور میں مودبانہ طور کو قائم رکھنا اُس کے واسطے زیادہ دشوار ہوتا ہے +

نمبر ۲۵۔ دیکھو صفحہ ۳۷

صلیب کا نشان کرنا نہایت پہلے زمانہ کے مسیحی دستوروں میں سے ہے۔ ترتلیاں نے قریب سن ۲۰۰ء کے لکھا کہ ہم اندر آتے ہوئے اور باہر جاتے ہوئے اور روزمرہ کے معمولی کام کرتے ہوئے ماتھے پر صلیب کا نشان کیا کرتے ہیں الخ ملک رُوس کی کلیسیا میں اب بھی شاید حد سے زیادہ اُس کا استعمال ہوتا ہے۔ ہم میں بھی اُس کے استعمال کا بحال ہونا مفید ہو بشرطیکہ لوگ اپنی مرضی سے بغیر کسی طرح کی مجبوری کے اُس کا

استعمال کرنا پسند کریں +

نمبر ۲۶- دیکھو صفحہ ۳۹

لفظ موسٹیریون جس کا ترجمہ راز کیا گیا ہے یونانی زبان کے قدیم دینی مصنفوں نے کئی معنوں میں استعمال کیا ہے +

۱- تجسم یعنی مسیح کے انسانیت اختیار کرنے کے لئے۔ اس معنی میں یہ لفظ اکثر آیا ہے۔ دیکھو ۱-تمتھی ۳ باب ۱۶- آئت +

۲- اُس رُوحانی اتحاد کے لئے جو مسیح اور اُس کی کلیسیا کے درمیان باہم ہے۔ دیکھو افسی ۵ باب ۳۲- آئت +

۳- خُدا کے اُس اظہار کے لئے جو مسیح کے وسیلے ہوا۔ دیکھو کلسی ۱ باب ۲- آئت +

۴- عموماً پاک رسموں کے لئے۔ اس لفظ کا یہ استعمال بعد کے یونانی علما کی کتابوں میں پایا جاتا ہے +

۵- انجیل کے دو سکرامنٹوں کے لئے مقدس خرسستم اور دیگر بڑے یونانی علما نے اکثر اس لفظ کو اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔ لاطینی زبان کا لفظ سکرامنٹ غیر دینی تصنیفات میں اکثر سپاہی کے حلف کے معنی دیتا ہے لیکن اس زبان کے مسیحی علما نے اُس کا استعمال ہر ایک پاک رسم کے لئے اور خاص کر بپتسمہ اور عشاے ربانی کے لئے کیا ہے +

نمبر ۲۷- دیکھو صفحہ ۳۹

روم کے پوپ نے پندرھویں صدی کے شروع ہونے کے بعد یہ فتوےٰ دیا کہ سکرامنٹوں کا شمار سات ہے۔ لیکن ہماری کلیسیا نے جو زیادہ پوری تعریف لفظ سکرامنٹ کی کی ہے (دیکھو سوال و جواب کی کتاب) اُس کے بموجب ہم اس تعداد کو قبول نہیں کر سکتے۔ پھر بھی یہ مانتے ہیں کہ جو رسمیں سکرامنٹوں میں شمار کی گئی ہیں وہ سکرامنٹ کی کچھ خاصیت رکھتی ہیں +

نمبر ۲۸۔ دیکھو صفحہ ۳۹

ہم اس بات کو بلا تامل قبول کر سکتے ہیں کہ بجائے سر پر پانی ڈالنے کے پانی میں غوطہ دینا بپتسمہ کے اصلی مطلب کو زیادہ تر ظاہر کرتا ہے لیکن یہ بھی تحقیق ہے کہ بپتسمہ کے فضل کے حاصل ہونے کو پانی کے مقدار کی کمی یا زیادتی پر موقوف سمجھنا بالکل بیجا ہے +

نمبر ۲۹۔ دیکھو صفحہ ۳۹

بعض شخصوں نے اس سبب سے کہ رسولوں کے اعمال میں کئی جگہ خداوند یسوع کے نام کا بپتسمہ لینا مذکور ہوا ہے۔ (دیکھو اعمال ۲ باب ۱۶۔ آئت و ۱۹ باب ۵۔ آئت و ۱۰ باب ۴۸۔ آئت) یہ خیال کیا ہے کہ باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام پر فقط اُس حال میں بپتسمہ دیا جاتا تھا جب بپتسمہ

لینے والے مشرکین میں سے ہوتے تھے۔ لیکن بشپ لائٹ فُوٹ صاحب اس رائے کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ صرف یسُوع کا نام اس لئے مذکور ہُوا کہ اُس سے مسیحی بپتسمہ کی خصوصیت کافی طور سے ظاہر ہو سکتی تھی +

نمبر ۳۰- دیکھو صفحہ ۴۰

نئی پیدائش اور گناہوں کی معافی کے باہمی تعلق پر غور کرنا چاہیئے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ بپتسمہ پانے والے پہلے معافی پاتے ہیں اور اُس کے بعد نئی پیدائش معافی کا پہلے سے حاصل ہونا نئی زندگی کے ملنے کے لئے ضرور نہیں ہے بلکہ نئی پیدائش میں معافی بھی شامل ہوتی ہے۔ جو مسیح میں ہیں وہی معاف ہوئے ہیں نہ کہ اَور +

نمبر ۳۱- دیکھو صفحہ ۴۰

ان کلمات سے متعلق دو باتیں قابل غور ہیں:-

۱- جس علامت کا خداوند نے استعمال کیا اُس سے نیکدیمس واقف تھا کیونکہ جو نو مرید موسوی شریعت کے قبول کرنے پر بپتسمہ پاتے تھے اُن کو یہودی معلم نوزاد خیال کرتے تھے۔

۲- یونانی میں حرف معرفت نہ پانی کے پہلے ہے اور نہ رُوح کے اس سے ان دونو کا قریب تعلق ثابت ہوتا ہے

اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رُوح القدس بپتسمہ میں پانی کے ساتھ اپنا اثر پیدا کرتا ہے +

نمبر ۳۲۔ دیکھو صفحہ ۴۰

اس آئت سے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں +

۱۔ سب قوموں کو شاگرد بنانے کا نہ صرف ہر قوم سے خاص خاص شخصوں کا شاگرد بنانے کا حکم دیا گیا +

۲۔ حرف ربط "پر" شمولیت اور فرمانبرداری اور باہمی شراکت ظاہر کرتا ہے +

۳۔ صرف ایک ہی نام پر نہ کہ کئی ناموں پر بپتسمہ دیا جاتا ہے +

۴۔ تینوں اقانیم برابر ہیں +

نمبر ۳۳۔ دیکھو صفحہ ۴۴

چونکہ نوسٹک لوگ ہر ایک مادی چیز کو بُرا جانتے تھے اسواسطے ضرور ہُوا کہ بپتسمہ کو بھی فضل کا وسیلہ نہ سمجھیں +

صرف ایک رومی راہب جووین نامی نے چوتھی صدی کے پچھلے نصف حصہ میں بپتسمہ کی نسبت ایسی تعلیم دی جو مسیحیوں کے عام یقین کے خلاف تھی لیکن مقدس امبروس اور مقدس جروم نے اُس کو رد کیا۔ اس شخص کا حال بہت کم معلوم ہے اور اُس کی رائیں قدر کے لائق نہیں سمجھی گئیں +

نمبر ۳۴- دیکھو صفحہ ۴۶

بشپ ہیرلڈ برون صاحب کی کتاب میں جو کلیسیائے انگلستان کے اُنتالیس مسائل دین کے بارہ میں ہے ستائیسویں مسئلہ کے ضمن میں بپتسمہ کے متعلق قدیم مسیحی علما کے اقوال سلسلہ وار نقل کئے گئے ہیں جو اقوال اس کتاب میں مندرج ہیں وہ اُسی سے نقل ہوئے ہیں *

بپتسمہ کی نئی پیدائش کی تعلیم پر اُس وقت زیادہ زور دیا گیا جب پلاجیوس کی بدعت کے بارے میں بحث ہوئی۔ اس موقع پر کاتھولکوں نے بڑے بھروسہ کے ساتھ کلیسیا کی اُس تعلیم کا حوالہ دیا جو اُن تک پہنچی تھی۔ شہر کرتاگو میں ایک کونسل ۴۱۸ء میں منعقد ہوئی اور اُس میں مغربی یورپ کے مختلف ملکوں کے دو سو بشپ موجود تھے۔ اُس کا ایک فیصلہ قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ بچوں کو بپتسمہ دینا ضرور نہیں یا یہ کہ اُن کو گناہوں کی معافی کے لئے بپتسمہ تو دینا چاہیئے۔ لیکن چونکہ وہ اپنے میں آدم سے پایا ہوا موروثی گناہ نہیں رکھتے جس کو نئی پیدائش کے حوض میں دھونا ضرور ہو اسلئے اُن کی حالت میں گناہوں کی معافی کے لئے بپتسمہ کے جملے کے لفظی نہیں بلکہ مجازی معنی لینے چاہئیں تو وہ شخص ملعون سمجھا جائے کیونکہ رومی ۵ باب ۱۲- آئت کے بموجب سب

نے آدم میں گناہ کیا ہے اور اُس کا گناہ سب تک پہنچا ہے۔

نمبر ۳۵۔ دیکھو صفحہ ۴۸

یہ منشا نہیں ہے کہ بچوں کے بپتسمہ کی نسبت طول کے ساتھ بحث کی جائے۔ جو لوگ نئی پیدائش کے صحیح معنی سمجھتے ہیں۔ اور موروثی گناہ اور اُس کے نتیجوں کا اقرار کرتے ہیں اُن کو اس بارہ میں بہت کم دشواری معلوم ہو سکتی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بچے خدا سے برکتیں پانے کی قابلیت رکھتے ہیں (متی ۱۹ باب ۱۳۔ آئت لوقا ۱ باب ۱۵۔ آئت یرمیاہ ۱ باب ۵۔ آئت وغیرہ) پس اگر اُن کو پہلے آدم کے گناہ سبب در حقیقت نقصان اُٹھانا پڑتا ہے تو یہ یقین کرنا کہ ہمارے آسمانی باپ نے دوسرے آدم کے وسیلے سے اُن کی بحالی کا بندوبست کیا ہے اس بات کے یقین کرنے سے کہ اُس نے ایسا نہیں کیا بہت زیادہ آسان ہے۔ موسوی شریعت کے بموجب بچوں کا ختنہ ہونے سے بھی اس امر کی نسبت ایک قطعی دلیل حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ خیال کرنا ناممکن ہے کہ خدا کے عہد کی خاص برکتیں پانیکے لحاظ سے یہودیوں کے بچے مسیحیوں کے بچّوں پر فوقیت رکھتے تھے جو اعتراض بچّوں کے بپتسمہ کی نسبت کئے جاتے ہیں وہ عنقریب سب اس غلط رائے پر مبنی معلوم ہوتے ہیں کہ پاک بپتسمہ سے خاص مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو خدا کی خدمت کیلئے نذر کرے۔

نمبر ۳۶ - دیکھو ۴۹

مقدس یوحنا کے خط میں (دیکھو ا یوحنا ۳ باب ۹ - آئت ۵ باب ۱۸ - آئت وغیرہ) نئی پیدائش اُن کی طرف منسوب کی گئی ہے جو واقع میں بپتسمہ کے وعدوں کے موافق زندگی گذارتے ہیں - لیکن یہ بات اس تعلیم کے بالکل برخلاف نہیں ہے کہ بپتسمہ میں نئی پیدائش ملتی ہے - خدا کی یہ مرضی ہے کہ جنہوں نے بپتسمہ پایا ہے وہ سب اپنے اعلےٰ درجے کے موافق زندگی گذاریں اور وہ اس مطلب کے لئے اُن کو کافی فضل بخشتا ہے - مگر کالوں اور اُس کے پیروؤں کا یہ خیال غلط ہے کہ کوئی ایسا فضل بھی ہے جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا - درحقیقت انسان ہر ایک فصل کا مقابلہ کر سکتا ہے - پس نئی پیدائش اُن سبھوں کی طرف بھی منسوب ہو سکتی ہے جو خدا سے بخشش حاصل کرتے ہیں اور ان سبھوں کی طرف بھی جو اُس بخشش سے فائدہ اُٹھاتے ہیں بشرطیکہ ہر دو حال میں نئی پیدائش کے وہی معنی لئے جائیں جو مناسب ہوں ۔

نمبر ۳۷ - دیکھو صفحہ ۵۵

عبرانیوں کے خط کے ۶ باب ۲ - آئت میں بپتسمہ اور ہاتھ رکھنے کے الفاظ قابل غور ہیں - ظاہر ہے کہ یہ یہودیوں کی رسموں کی طرف اشارہ نہیں کرتے ہیں کیونکہ جن چھ باتوں کا اس مقام پر ذکر ہوا ہے وہ سب مسیحی تعلیم کی ابتدائی باتوں

میں داخل ہیں (۲ باب ۱- آئت) اور یہودیوں کی رسمیں اُن میں شامل نہیں ہو سکتیں۔ پس بپتسمہ کی تعلیم سے وہ تعلیم مراد لینی چاہیئے جو عبرانی مسیحیوں نے مسیحی بپتسمہ اور یہودیوں کی طہارتوں کے فرق کے بارے میں پائی تھی۔ اور ہاتھ رکھنے کی تعلیم سے استحکام کی رسم مراد لینی چاہیئے۔ خادمانِ دین پر بھی اُن کی تقرری کے وقت ہاتھ رکھے جاتے ہیں لیکن اس امر سے متعلق تعلیم غالباً خدا کے کلام کے ابتدائی اصولوں میں شامل نہ کی گئی ہوگی۔ (۵ باب ۱۲- آئت اور نیز دیکھو ۲ باب ۱ و ۲ آیات جن میں یہ باتیں ابتدائی باتیں اور بنیاد قرار دی گئی ہیں +

نمبر ۳۹- دیکھو صفحہ ۵۵

ہاتھوں کا سر پر رکھنا علاوہ کسی عہدے اور اُس کے متعلق بخشش ملنے کی علامت ہونے کے زیادہ عام برکتوں کے حاصل ہونے کا بھی نشان سمجھا جاتا ہے۔ بطور مثال کے دیکھو پیدائش ۴۸ باب ۱۴- آئت (یعقوب کا یوسف کے بیٹوں کو برکت دینا) و متی ۱۹ باب ۱۳ تا ۱۵- آیات (ہمارے خداوند کا بچوں کو برکت دینا) و متی ۹ باب ۱۸- آئت و مرقس ۱۶ باب ۱۸- آئت (بیماروں کی شفا کا وسیلہ ہونا) +

اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خیال کہ ہاتھوں کے سر پر رکھنے سے رسُولوں کے زمانہ میں فقط معجزوں کے دکھانے

کی طاقت حاصل ہوتی تھی اور اسواسطے اس رسم کی تاثیر اُسی زمانہ تک محدود تھی بالکل بے بنیاد ہے۔ خدا اپنی کلیسیا کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کرتا اور رسولوں کے ایام میں معجزانہ اور غیر معجزانہ بخششوں کے درمیان کوئی خاص حد قائم نہیں کی گئی تھی؟

نمبر ۳۹۔ دیکھو صفحہ ۶۰

اس بات کے یقین کرنے کے لئے کافی وجہ نہیں ہے کہ کتب عہد جدید میں استحکام کے ساتھ تیل سے مسح کرنے کی کسی رسم کا بھی ذکر ہوا ہے۔ ۲ باب کرنتھی ا باب ۲۱۔ آئت وا یوحنا ۲ باب ۲۰ و ۲۷۔ آیات وغیرہ میں مسح کے لفظ سے رُوحانی فضل مراد لی جاسکتی ہے اور اسلئے اُن سے تیل کا لگایا جانا بالضرور لازم نہیں آتا +

نمبر ۴۰۔ دیکھو صفحہ ۶۰

جب استحکام کے وقت تیل لگایا جائے لیکن ہاتھ سر پر نہ رکھے جائیں۔ تو یہ ضرور نہیں ہے کہ ہم سمجھیں کہ جس فضل کے واسطے اُس وقت کی دعاؤں میں درخواست کی گئی وہ نہیں ملا مگر پھر بھی اگر وہ لوگ جن پر فقط تیل لگایا گیا ہے اس بات کی درخواست کریں کہ کتب عہد جدید کی صاف شہادت کے بموجب اُن کے سر پر ہاتھ بھی رکھے جائیں تو اُن کی درخواست کو نامنظور کرنا نہ چاہئے +

نمبر۱۴۲ - دیکھو صفحہ ۶۷

بشپ وسٹکوٹ صاحب کتاب ریوے لیشن اوو دی فادرین صفحہ چالیس پر لکھتے ہیں کہ یہ کہنا آسان ہے کہ زندگی کی روٹی کے کھانے یا مسیح کے گوشت کے کھانے سے مسیح پر ایمان رکھنا مقصود ہے۔ لیکن جب کتاب مقدس کے کلمات اس طور سے بیان کئے جاتے ہیں تو واقع میں اُن کی زبانی تاثیر جاتی رہتی ہے ..... کھانا کسی ایسی چیز کو اپنے بدن کے اندر داخل کرنا ہے جسے ہم اپنی زندگی کے قائم رکھنے کے لئے اپنے میں پیوست کر سکتے ہیں۔ پس مسیح کے گوشت کا کھانا اس بڑی بات کو نہایت عمدہ طور سے ظاہر کرتا ہے کہ مسیحی اپنے خداوند کی اُس انسانیت میں جو اُس کی الوہیت کے ساتھ ایک اقنوم میں ملی ہوئی ہے شریک ہوتے ہیں اور وہ اب ہم کو اپنی انسانیت میں سے کچھ دیتا ہے اور ہم اُس کو اپنی انسانیت میں ملا سکتے ہیں اور شاید وہی شے اُس جلالی بدن کا بیج ہے جس میں ہم قیامت کے دن اُس کو دیکھینگے ۔

نمبر۱۴۳ - دیکھو صفحہ ۶۹

رومن کاتھولکوں میں پیالہ پادریوں کے سوا کسی کو نہیں دیا جاتا لیکن اس کی کوئی معقول وجہ کبھی نہیں بتائی گئی ایسا کرنا کتاب مقدس کے بھی اور پہلے زمانہ کے دستور کے

بھی خلاف ہے۔

نمبر ۴۳۔ دیکھو صفحہ ۰۷

ایسا خیال کرنا غلط ہے کہ جب خداوند نے اپنے کلمات کی نسبت یہ فرمایا کہ وہ رُوح ہیں اور زندگی بھی ہیں تو اُس کا منشا یہ تھا کہ وہ بطور تشبیہ کے سمجھے جائیں۔ بجائے اس کے رُوح اور زندگی کے الفاظ سے اُس کے کلمات کا نہایت اصل اور پر تاثیر ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اس تاثیر کو ظاہری باتوں سے نہیں بلکہ باطنی باتوں سے تعلق ہے۔ اور جو حوالہ ۶۲۔ آئت میں صعود کی طرف ہے وہ بھی اسبات کی ضرورت ظاہر کرتا ہے کہ خداوند کے مکلمات کو باطنی امور سے متعلق سمجھنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ اس طرح سے نہ سمجھے جائیں تو اُن کو کلیسیا کی موجودہ حالت کے ساتھ جو خداوند کے صعود اور اُس کے دوبارہ آنے کے درمیان ہے کچھ مناسبت نہ ہوگی۔

نمبر ۴۴۔ دیکھو صفحہ ۱۷

درمیانی زمانہ کے بڑے عالم ٹامس ایکوئی نس نامی نے اس بات کو قبول کیا کہ عشاے ربانی کے وقت کی موجودگی فوق المکانی خاصیت رکھتی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ مسیح کا بدن مکانی حدود کے اعتبار سے صرف آسمان پر ہے۔ الخ ٹرینٹ

کی کونسل میں اس امر پر بہت بحث ہوئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ مسیح ذاتی طور سے صرف آسمان پر موجود ہے لیکن سکرانٹانہ طور سے ورجگہ بھی موجود ہوتا ہے مگر ان اقوال کو تبدل جوہر کی کسی طرح کی تعلیم سے موافق کرنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے +

نمبر ۴۵ ۔ دیکھو صفحہ ۱۷

درمیانی زمانے کے علما نے تبدل جوہر کے مسئلے کے وسیلے سے اُس تعلق کو جو خدا کی بخشش عشا کے ظاہری اجزا یعنی روٹی اور مے کے ساتھ رکھتی ہے بیان کرنا چاہا اور اُن کے بیان کو رُوم کی کلیسیا نے تسلیم کیا لیکن یہ بیان وجوہات ذیل کے سبب قبول نہیں کیا جا سکتا +

۱۔ یہ کلام الٰہی کے برخلاف ہے کیونکہ خداوند نے مے کی تقدیس کے بعد اُس کو انگور کا شیرہ کہا (دیکھو متی ۲۶ باب ۲۹ ۔ آئت) +

۲۔ قدیم زمانہ کے علما اس سے واقف نہ تھے ۔ اگرچہ بہت سے اقوال نقل کئے جا سکتے ہیں ۔ لیکن ہم بطور ثبوت کے صرف ایک ہی قول پیش کرینگے ۔ تھیوڈورٹ نامی ایک یونانی عالم نے پانچویں صدی میں مسیح کی دو ذاتوں کی نسبت ایک کتاب اپنے اور ایک بدعتی کے درمیان سوال و جواب

کے طور پر تحریر کی۔ بدعنیٰ اثنائے بحث میں کہتا ہے قولِ خداوند کے بدن اور خون کی علامتیں تسیس کے دعا مانگنے سے پہلے اور چیز ہوتی ہیں لیکن اُس کی دعا کے بعد بدلکر اور چیز بن جاتی ہیں اسی طرح خداوند کا بدن اُس کے آسمان پر جانے کے بعد الوہیت کی ماہیت میں بدل گیا الخ۔ تھیوڈورٹ جو آپ دیتا ہے قولہ نہیں۔ کیونکہ یہ بات غلط ہے کہ روٹی اور مے کے اجزا تقدیس کے بعد بدل جاتے ہیں اسواسطے کہ اُن کی ماہیت اور شکل و صورت بدستور قائم رہتی ہیں اور وہ پہلے کی طرح دکھائی دیتے اور چھوئے جا سکتے ہیں۔ اگر پانچویں صدی کی کلمیا نے تغیر جوہر کے مسئلہ کو قبول کیا ہوتا۔ تو اس قسم کے کلمات ہرگز تحریر نہیں کئے جاتے +

۳۔ اس مسئلہ کی بنیاد وہ فرق ہے جو حکما نے جوہر اور عرض کے درمیان قرار دیا ہے لیکن وہ ثابت نہیں ہو سکتا

۴۔ یہ ہمارے حواس خمسہ کی شہادت کے خلاف ہے اور وہ بھی خدا ہی نے ہم کو دئے ہیں +

لیکن اگر تغیر جوہر کا مسئلہ نادرست ہے تو یہ مسئلہ کہ عشائے ربانی ایک رسم فقط بطور علامت اور یادگار کے ہے اور بھی زیادہ غلط ہے ایسا خیال خداوند کی اُس تعلیم کے جو مقدس یوحنا کی انجیل کے ۶ باب میں پائی جاتی ہے اور مقدس پولوس

کی اُس تعلیم کے جو ا۔کرنتھی ۱۰و ۱۱ بابوں میں مندرج ہے بالکل ناموافق ہے اور گو اب بھی بہت لوگ اُس کو درست سمجھتے ہیں لیکن اکثر علما اب اُس کی حمایت نہیں کرتے۔ اس کا سبب بلا شبہ یہ ہے کہ تجسم یعنی ابن اللہ کے انسانیت اختیار کرنے کی حقیقت پر زیادہ غور کیا گیا ہے اور یہ سمجھا گیا ہے کہ جو جماعت اس بڑی حقیقت کی بنیاد پر قائم ہے اُس میں ایسے سکرامنٹوں کا ہونا جو فقط علامت ہوں بے موقع ہے خیال مذکورہ بالا اکثر ذون گلیبس نامی مصلح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

نمبر ۴۶۔ دیکھو صفحہ ۳۷

دیکھو مُقدّس ارینوس کا قول صفحہ ۸۳ پر اور بشپ ویسٹکوٹ صاحب کا قول تشریح نمبر ۱۴ میں۔

نمبر ۴۷۔ دیکھو صفحہ ۴۷

یہ خیال کیا گیا ہے کہ شہید جسٹن نے اپنی کتاب سوال و جواب کے ۱۴۔اور ۷۰ بابوں میں لفظ پو آئے ائین کا استعمال قربانی پیش کرنے کے معنی میں کیا ہے لیکن اگر یہ خیال درست ہے تو یونانی مسیحی علما میں اُسی نے یہ لفظ اس معنی میں استعمال کیا ہے۔

نمبر ۴۸۔ دیکھو صفحہ ۷۷

لفظ اک کھیو نومنوں کی نسبت سالسبری کے بشپ ورڈزورتھ

صاحب یہ لکھتے ہیں۔ قولہ یہ لفظ صرف مرنے کے وقت کی طرف
اشارہ نہیں کرتا۔ اس جملے کو کہ بغیر خون بہائے معافی نہیں ہوتی
(عبرانی ۹ باب ۲۲۔ آیت) ایسے طور پر بیان نہیں کرنا چاہئے
جس سے ظاہر ہو کہ اُس کو علاقہ فقط جانوروں کو ذبح کر کے
اُن کے خون کے بہانے سے ہے۔ اکثر ہم قربانی کے ساتھ اس بات
کا بہت خیال کرتے ہیں لیکن کاہنوں کا خاص کام یہ نہ
تھا کہ جانوروں کو ذبح کر کے اُن کا خون بہائیں بلکہ یہ تھا کہ
خون کو جو زندگی کی علامت ہے اُس کے بدن سے نکلنے
کے بعد لیکر خدا کے سامنے پیش کریں۔ بعض اوقات وہ
قربانگاہ پر چھڑکا جاتا تھا۔ بعض اوقات کسی ایک یا دوسری
قربانگاہ کے سینگوں پر لگایا جاتا تھا۔ بعض اوقات پڑدے
پر چھڑکا جاتا تھا۔ اور کفارے کے دن سردار کاہن اُس کو
پڑدے کے اندر لے جاکر کفارہ گاہ پر سات مرتبہ چھڑکتا تھا
اور پھر سوختنی قربانیوں کے مذبح کے سینگوں پر لگاتا تھا
اور اُس پر سات مرتبہ چھڑکتا تھا +
بیان مندرجہ بالا کے ساتھ بشپ وسٹکوٹ صاحب کے
بیان مندرجہ ذیل پر بھی جو مقدس یوحنا کے پہلے خط کی
تفسیر سے لیا گیا ہے غور کرنا چاہئے +
قولہ ذبیحہ کی قربانی میں دو جداگانہ خیال شامل تھے ایک

تو ذبیحہ کے خون کے بہانے سے اُس کا مرنا اور دوسرے اُس خون کا
جس کے سبب وہ جیتا تھا بدن سے رہائی پاکر ایک اور
مطلب کے لئے کار آمد بننا۔ قربانیوں کے بارے میں جو قواعد
مقرر کئے گئے اُن میں ان دونو باتوں پر لحاظ کیا گیا۔ ذبیحہ
کا قتل کرنا جو قربانی لانے والے کا کام تھا خون کے چھڑکنے
سے جو کاہن کا کام تھا بالکل جدا کیا گیا۔ ذبیحے کو قتل وہ شخص
کرتا تھا جو اُس کی جان کے نذر کرنے کے وسیلے سے اپنی
گنہگاری اور سزاواری کا اقرار کرتا تھا اور جو جان اس طرح سے
نذر کی جاتی تھی اُس کو خُدا کے پاس لانا اُن شخصوں کا کام
قرار دیا گیا جو خدا اور آدمیوں کے بیچ میں درمیانی مقرر کئے
گئے۔ پس یہ بات بھی ظاہر کی گئی کہ گناہ کا نتیجہ موت ہے
اور یہ بھی کہ خُدا کی مرضی کے مطابق زندگی کے ذریعہ سے
زندگی پیدا ہو سکتی ہے .... جن باتوں کے نشان
موسوی شریعت کی قربانیوں میں دکھائے گئے وہ سب مسیح
میں پائی جاتی ہیں۔ اُس کے ابن آدم ہونے کی وجہ سے سب
آدمی اُس کے ساتھ میل حاصل کر کے اُس سے حقیقی زندگی پا سکتے
ہیں۔ اُس نے آدمیوں کے ہاتھ سے صلیب کا دکھ اُٹھانا قبول
کیا اور وہ اپنا ہی خون لیکر پاک مکان میں ایک ہی بار داخل
ہُوا (عبرانی ۹ باب ۱۲۔ آئت) پس موسوی شریعت کی علامتوں

کے موافق مسیح کا خون اُس کی اُس زندگی کا نشان سمجھا جا سکتا ہے - جو

۱- اُس نے اپنی مرضی سے آدمیوں کے واسطے خدا کو دی اور

۲- بذریعہ موت کے اُس کے رہائی پانے پر خدا کے ساتھ کامل طور پر ملائی - مسیح کا خون بہائے جانے کے اعتبار سے مسیح کی وہ زندگی ہے جو آدمیوں کے واسطے دی گئی اور خدا کے حضور میں پیش کئے جانے کے اعتبار سے اس کی وہ زندگی ہے جو آدمیوں کو دی جاتی ہے اور اُن میں زندگی پیدا کرتی ہے یوحنا ۱۲ باب ۲۴ آئت - دونو صورتوں میں مسیح کی زندگی کی تاثیر کا آدمیوں پر ہونا اس پر موقوف ہے کہ وہ بوسیلہ ایمان کے اُس میں شامل ہوں +

نمبر ۷۹ - دیکھو صفحہ ۷۹

عشائے ربانی کی ترتیب میں اقرار علم سے پہلے جو یہ کلمات کہے جاتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ پاس آؤ وہ بلاشبہ انہیں آیتوں سے لئے گئے ہیں - بشپ وسٹکوٹ صاحب عبرانیوں کے خط ۱۰ باب ۲۲ - آئت کی تفسیر میں ان کلمات کی نسبت دلوں پر چھینٹے دیکر اور بدن کو صاف پانی سے دھو کر یہ لکھتے ہیں - قولہٗ ان دو جملوں میں مسیحی دین کے سکرامنٹوں کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے عشائے ربانی کی طرف پوشیدہ اشارہ ہے - اور بپتسمہ کی طرف ایسا اشارہ ہے جس میں شبہ نہیں ہو سکتا - پہلی صورت

میں اُس تاثیر کی طرف اشارہ ہے جو خداوند پر عشا کے مقرری وسیلے سے پیدا کرتا ہے مگر صرف اُسی کے وسیلے سے نہیں دوسری صورت میں بپتسمہ کے ظاہری فعل کی طرف اشارہ ہے الخ۔ ہم کو خطوں کے پڑھتے ہوئے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عشا کی رسم کی طرف پوشیدہ اشارے وہ لوگ باآسانی سمجھ سکتے تھے جو ہر روز یا تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد اُس میں حاضر ہُوا کرتے تھے۔

نمبر ۵۰۔ دیکھو صفحہ ۷۹

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ٹرنٹ کی کونسل نے اس امر کو قبول نہیں کیا کہ ہمارا خداوند عبرانیوں کے خط کے بموجب ملک صدق کے طریق کا کاہن بنکر خاص کر آسمان پر کہانت کا کام کرتا ہے بلکہ اپنے فیصلے میں فقط مسیح کی کہانت کے دنیا میں کلیسیا کے قربانگاہوں پر عمل میں لائے جانے کا ذکر کیا۔ اس سبب سے رومن کاتھولکوں کے خیال عشا کی قربانی کی نسبت جسمی اور ادنے درجے کے ہو گئے ہیں۔ اس کے برخلاف عشا کی پُرانی ترتیبیں اس اصلی بات کے بموجب کہ کلیسیا اب بھی آسمانی مقاموں پر مسیح کے ساتھ سرفراز ہوئی ہے اُس کے فعلوں کو خداوند کے آسمانی دائمی فعل کی نقل اور اُس کی شفاعت میں ہمارے شریک ہونے کا ذریعہ قرار دیتی ہیں۔ رومی سالعنی عشا کی ترتیب کی اُن دعاؤں میں جو قدیم وقتوں کی ہیں وہ بات

پُورے پُورے طور سے ظاہر ہوتی ہے جس کو کونسل مذکور کے فیصلے نے مشتبہ کر دیا ہے ❖

اسی طرح سے کونسل مذکور کا عشاے ربانی کو بغیر کسی قسم کی تشریح کے کفارے کی حقیقی قربانی کہنا بہت بیجا تھا اس امر کی نسبت پروفیسر مورلی صاحب کے کلمات ذیل قابل غور ہیں قولہ کسی کام کو کفارہ کا کام دو علیحدہ معنوں میں کہہ سکتے ہیں مسیح کی صلیب پر کی قربانی کفارے کی اصلی طاقت رکھتی ہے یعنی وہی کسی دیگر فعل یا انسان کے کام یا رسم کو کفارہ کا ذریعہ بنا سکتی ہے ...... ہم قبول کر سکتے ہیں کہ انسان عام بول چال کے موافق خُدا کی ناراضگی دور کرنے کے لئے کچھ کام کر سکتا ہے ...... لیکن جو طاقت کوئی کام اس مطلب کے پُورا کرنے کی رکھتا ہے وہ مسیح کی قربانی ہی سے حاصل ہوتی ہے جس سے اور سب قربانیاں معہ عشا کی قربانی کے اپنی تاثیر پاتی ہیں اور جس کے بغیر وہ بالکل ہیچ اور بیکار ہو تیں۔ پس جس حال میں ٹرنٹ کے بزرگ ہر ایک عبارت کا استعمال کر سکتے تھے اُنہوں نے عشا کو کفارے کی حقیقی قربانی کس واسطے کہا۔ وہ چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے کہ عشا دوسرے معنی میں کفارے کی قربانی ہے لیکن یہ بات ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ جس عبارت کا اُنہوں نے استعمال کیا اُس سے غلطی

پیدا ہوئی ہے۔

یہ کہنا بھی مناسب ہے کہ انگلستان کی کلیسیا کے ہر ایک فریق کے بہت سے علما نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ عشا کو قربانی کہنا درست ہے بشرطیکہ اُس کے معنی صحیح سمجھے جائیں چنانچہ

۱۔ بشپ رڈلی صاحب نے (سولھویں صدی میں) یہ تحریر کیا کہ پریسٹ ایسی قربانی پیش کرتا ہے جس میں خون نہیں بہایا جاتا بشرطیکہ اُس کے معنی صحیح سمجھے جائیں۔

۲۔ بشپ اینڈرو صاحب نے (سترھویں صدی میں) یہ تحریر کیا کہ عشا ہمارے درمیان ہمیشہ سکرامنٹ بھی اور قربانی بھی سمجھا گیا ہے۔ اور پھر یہ کہ عشا میں بہ امر فسح کی قربانی سے مشابہت رکھتا ہے کہ اُن سے یعنی بنی اسرائیل سے گویا یہ کہا گیا تھا کہ میرے نشان کے طور پر ایسا ہی کیا کرو اور ہم سے یہ کہا گیا ہے کہ میری یادگاری کے واسطے ایسا ہی کیا کرو۔ جس قاعدے کی رو سے اُن کی فسح کو قربانی کہنا درست تھا۔ اُسی کی رو سے عشا کو قربانی کہنا درست ہے۔ حقیقت میں نہ وہ قربانی ہے نہ یہ کیونکہ ایک ہی حقیقی قربانی ہے یعنی مسیح کی موت.... اور وہ قربانی صرف ایک بار بوقت اُس کی موت کے پیش کی گئی۔ لیکن اُس سے پیشتر اُس کا مقرر کیا ہوا نشان ہمیشہ عمل میں لایا گیا اور اب اُس کا یادگار ہمیشہ عمل میں لایا جاتا ہے

اور دنیا کے آخر تک عمل میں لایا جائیگا +

۳۔ بشپ بورج صاحب نے (اٹھارھویں صدی میں یہ تحریر کیا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ سکرامنٹ کو قربانی کہنا بجا ہے کیونکہ اُس میں خدا کے حضور مسیح کی صلیبی کی قربانی کا ذکر کیا جاتا ہے

۴۔ بشپ کرسٹو فرورڈزورتھ صاحب نے (انیسویں صدی میں) یہ تحریر کیا کہ انگلستان کی کلیسیا میں وہ سب قربانیاں ہیں جو کاتھولک کلیسیا میں ہیں اور وہ اُن کے سوا کسی اور قربانی رکھنے کی جرات نہیں کر سکتی چنانچہ وہ عشائے ربانی کے وقت یہ قربانیاں پیش کرتی ہے +

(۱) خیرات اور نذروں کی قربانی +

(۲) حمد و شکر کی قربانی +

(۳) وہ قربانی جس میں ہر ایک عشا لینے والا اپنے آپ کو جسم و رُوح سمیت خدا کے حضور نذر گذرانتا ہے تاکہ اُس کے لئے ذیعقل اور مقدس اور زندہ قربانی بنے اور کل جماعت بھی جو پوشیدہ طور پر مسیح کا بدن ہے اپنے آپ کو خدا کی نذر گذرانتی ہے +

(۴) یادگاری کی قربانی جس میں مسیح کی موت اور قربانی کی یادگاری کی جاتی ہے +

(۵) ذکر کی قربانی کیونکہ مسیح کے پُر ثواب دکھوں کا ذکر خدا

کے حضور کیا جاتا ہے اور اُنکا واسطہ دیکر اُس سے رحمت طلب کیجاتی ہے +

(۶) منت کی قربانی کیونکہ خُدا سے منت کی جاتی ہے کہ وہ مسیح کی موت کے فوائد ہم کو بخشے +

(۷) حصُول فوائد کی قربانی کیونکہ ہر ایک شخص جو لائق طور پر عشا کو لیتا ہے فوائد مذکورہ حاصل کرتا ہے مگر وہ یعنی انگلستان کی کلیسیا ناقص قربانی پیش نہیں کرتی جس میں خادمان دین کے سوا کسی اہل جماعت کو پیالہ نہیں دیا جاتا اور نہ کوئی ایسی قربانی پیش کرتی ہے جس سے مقصود یہ ہو کہ جو ایک بڑی قربانی صلیب پر آدمیوں کے گناہوں کے لئے پیش کی گئی اُس کی کوئی فرضی کمی پُوری کی جائے +

یہ کہنا بھی واجب ہے کہ رومن کاتھولکوں کے علما بھی اِس بات کو اب قبول کرتے ہیں کہ عشا کے ساتھ کفارے کا لفظ اُسی حال میں استعمال کیا جا سکتا ہے کہ جب اُس کے معنی پورے نہ لئے جائیں بلکہ اُن میں کمی جائے +

مقدس اگستنوس نے جو قربانی کی تعریف کی اُس کو یاد رکھنا چاہئے اور وہ یہ ہے قولہ ہر ایک فعل جو اس مطلب سے کیا جاتا ہے کہ ہم کو خدا کی قربت اور پاک رفاقت زیادہ تر حاصل ہو حقیقت میں قربانی ہوتا ہے +

نمبر ۱۵ - دیکھو صفحہ ۸۰

رسولوں کی تعلیم نامی رسالہ نہایت قدیم موجودہ مسیحی تصنیفات
میں سے ہے اور اکثر خیال کیا جاتا ہے کہ وہ پہلی صدی کے آخر
میں یا دوسری صدی کے شروع میں تحریر ہُوا +

مقدس اگناشیوس انطاکیہ کا اسقف تھا اور روم میں قریب
۱۱۳ء کے شہید ہوا جو سات خط اُس نے شہید ہونے کے
واسطے جاتے ہوئے ایشیاے کوچک کی پانچ کلیسیاؤں اور
رُوم کی کلیسیا اور مقدس پولی کرپ کے نام لکھے نہائت دلچسپ
ہیں +

مقدس جسٹن نامی خلاسفر بھی رُوم میں قریب ۱۵۰ء کے
شہید ہُوا اُس نے مسیحی دین کی حمایت میں دو کتابیں تحریر کیں
جن میں روم کے شہنشاہوں انیٹونائینس پائیس اور
مارکس آریلیس کی طرف خطاب کیا اور ایک یہودی ٹرائفو نامی
کے ساتھ سوال و جواب کے طور پر بھی ایک کتاب تحریر کی
اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں جو اب
موجود نہیں ہیں +

مقدس ارینیوس دُوسری صدی کے پچھلے نصف حصّہ
میں شہر لائینز واقع ملک گال کا بشپ تھا۔ اُس نے ایک
کتاب نوسٹکوں کی بدعتوں کے خلاف میں لکھی جس کے
بہت سے مضامین ہر زمانہ کے لوگوں کے واسطے مفید ہیں وہ

غالباً دوسری صدی کے مسیحی علما میں اعلےٰ درجہ رکھتا تھا +

نمبر ۵۲- دیکھو صفحہ ۹۰

رسولوں کی جانشینی کے الفاظ پر حد سے زیادہ زور دینا نہیں چاہیئے- رسولوں کے بعض استحقاق فقط اُن کے لئے مخصوص تھے- مثلاً خداوند کی زندگی کے حالات اور اُس کے جی اُٹھنے کی نسبت چشم دید گواہی دینا (اعمال ۱ باب ۲۱ و ۲۲- آیات) اُنہوں نے اپنے جانشینوں کو دینی خدمت کے معمولی کام کرنے کا اختیار دیا جو اوّل وہ خود اپنی قائم کی ہوئی کلیسیاؤں میں کرتے رہے اور جن کی ضرورت ہر زمانہ میں یکساں ہوتی ہے +

نمبر ۵۳- دیکھو صفحہ ۹۱

اس آئت کی تشریح گوڈے صاحب اس طرح سے کرتے ہیں- اس قول سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ رسالت کلیسیا میں مسیح کے دوبارہ آنے تک جاری رہیگی بلکہ جس تشبیہ کا خداوند نے استعمال کیا اُس سے یہ ضروری نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ کلیسیا میں مسیح کے مقرر کئے ہوئے کلام کے خادم دنیا کے آخر تک رہینگے رسولوں کو یہ امر ایسا صاف معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اپنی وفات سے پہلے کلام کے خادم اسلئے مقرر کئے کہ وہ کلیسیا میں اُن کی جگہ لیں- اس طرح سے رسولوں کی خدمت اگر اپنی پوری حیثیت

سے نہیں تو بہر صورت اُس ایک نہایت ضروری کام کی حیثیت سے جس کا ذکر خداوند نے تمثیل ہیں کیا یعنی جماعت کو روحانی خوراک بانٹنے کی حیثیت سے کلیسیا ہیں جاری رہی یہ خیال کہ دینی خدمت کا شروع جماعت سے ہوا کلام الہیٰ کے موافق نہیں ہے۔ بجاے اس کے اُس کا شروع رسُولوں سے ہُوا۔ پس خود خُداوند نے اُس کو رسُولوں کے ذریعہ سے قائم کیا۔

نمبر ۵۴۔ دیکھو صفحہ ۹۲

انطاکیہ کی کلیسیا نے پولوس اور برنباس کو اُن پر ہاتھ رکھ کر منادی کے لئے بھیجا (دیکھو اعمال ۱۳ باب ۱ تا ۱۳۔ آیات و ۱۴ باب ۲۶ و ۲۷۔ آیات) لیکن اس کتاب ہیں اس واقع کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اُس کی اصلی حقیقت اور مقصد کی نسبت شبہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ مقدس پولوس اس طرح سے رسالت کی خدمت پر مامور کیا گیا اور بعض خیال کرتے ہیں کہ اس واقعہ کو تعلق فقط منادی کے اُس سفر سے تھا جو اُس وقت در پیش تھا۔ یہ بھی تحقیق نہیں ہے کہ پولوس اور برنباس پر کن شخصوں نے ہاتھ رکھے۔ اس کتاب ہیں یہ بات بھی بیان نہیں کی گئی کہ جن نبیوں کا ذکر عہد جدید ہیں ہے اُن کو خادمان دین سے کیا تعلق تھا کیونکہ اس کی حقیقت بھی اب تک صاف صاف معلوم نہیں ہوئی ہے +

نمبر ۵۵۔ دیکھو صفحہ ۹۴

مقدس کلیمنٹ نے یہ آئت یسعیاہ ۶۰ باب ۱۷۔ آئت کے یونانی ترجمہ سے نقل کی لیکن درست طور سے نہیں۔ مگر اس سے اُس مطلب میں جس کے واسطے اُس کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے کچھ خلل نہیں پڑتا +

نمبر ۵۶۔ دیکھو صفحہ ۹۸

اس بات کو سب یکساں قبول کرتے ہیں کہ کتب عہد جدید میں بشپ (نگہبان) کا لفظ اُن لوگوں کے لئے آیا ہے جو پرسٹبر (بزرگ) کا عہدہ رکھتے تھے۔ (دیکھو اعمال ۲۰ باب ۱۷۔ آئت ساتھ ۵ باب ۲۸۔ آئت کے و ائیموتھی ۳۔ باب وفلپی ۱ باب) لیکن اس سے اس امر کا فیصلہ نہیں ہوتا کہ اُس زمانہ میں پرسٹبر سے بڑھ کر کوئی درجہ خادمان دین کا کلیسیا میں تھا یا نہ تھا +

نمبر ۵۷۔ دیکھو صفحہ ۹۹

اس کتاب میں سات کلیسیاؤں کے فرشتوں کی طرف بھی اشارہ نہیں کیا گیا ہے۔ (مکاشفہ ۱ باب ۲۰۔ آئت)۔ آرچ بشپ ٹرینچ صاحب ان فرشتوں کو کلیسیاؤں کے بشپ قرار دیتے ہیں لیکن بشپ لائٹ فٹ صاحب اس سے انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں سے کلیسیاؤں

کے فرضی قائم مقام مراد ہیں۔ یہ بیان ستاروں اور چراغدانوں کے استعارے سے ملتا ہے لیکن یہ سمجھنا دشوار ہے کہ ایسے قائم مقام ان کلیسیاؤں کے ساتھ کس طرح سے ایسے طور پر ایک سمجھے جا سکتے تھے کہ کلیسیاؤں کے اُس وقت کے نیک یا بد فعلوں کے بموجب تعریف یا الزام کے لائق ٹھیرتے +

اگر اُن دو تاریخوں میں سے جو مکاشفہ کی کتاب کے تصنیف ہونے کی قرار دی گئی ہیں پچھلی تاریخ قبول کی جائے جواب زیادہ غالب خیال کی جاتی ہے تو ایشیاے کوچک کے مختلف حصّوں میں بشپوں کا اُس وقت ہونا کچھ دشوار معلوم نہ ہوگا +

نمبر ۵۸۔ دیکھو صفحہ ۱۰۰

ان قوانین کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ قریب ۱۲ء۲ کے مرتب ہوئے لیکن اُن میں رُوم کی کلیسیا کے وہ دستور جو دوسری صدی میں جاری تھے مندرج ہیں +

نمبر ۵۹۔ دیکھو صفحہ ۱۱۷

ان غلطیوں کی فہرست طویل اور افسوسناک ہے اُس میں مندرجۂ ذیل باتیں شامل ہیں +

۱۔ خادمانِ دین کو نکاح سے باز رہنے کے لئے مجبور

کرنا +

۲۔ پریسٹ کے روبرو گناہ کا اقرار کرنے کے لیئے اہل جماعت کو لاچار کرنا +

۳۔ عشائے ربانی میں علاوہ پریسٹوں کے اہل جماعت کو فقط روٹی کا دینا +

۴۔ مغفرت نامے +

۵۔ تغیر جوہر کا مسئلہ یعنی یہ کہ عشائے ربانی میں روٹی اور مے بدل کر مسیح کا بدن اور خون ہو جاتے ہیں +

۶۔ مُبارک کنواری مریم اور مقدسوں کی پرستش +

۷۔ مُبارک کنواری مریم کا بغیر گناہ کے حمل میں آنا +

۸۔ پوپ یعنی رُوم کے بشپ کا غلطی سے محفوظ ہونا +

نمبر ۶۔ دیکھو صفحہ ۱۱۷

جن امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اُن میں سے ایک بڑا امر یہ ہے کہ جو مسیحی جماعتیں قدیمی کلیسیا سے علیحدہ ہو گئی ہیں اُنھوں نے طلاق کے بارے میں بھی اور اُن رشتوں اور ناتوں کے بارے میں بھی جن میں نکاح نہ ہونا چاہیئے کلیسیا کے قدیم قاعدوں سے بہت تجاوز کیا ہے +

اس امر کی نسبت یہ یاد رکھنا نہایت لازم ہے کہ ہم کو اپنی بہتری کے واسطے بھی اور دُوسروں کی بہتری کے وسطے

بھی ایک اعلےٰ نمونہ قائم رکھنا ضرور ہے۔ جس اصُولی بات پر ہم کو زور دینا چاہیئے وہ یہ ہے کہ نکاح ایک ملکی معاہدہ نہیں ہے بلکہ ایک رُوحانی امر ہے ÷

اُن رشتوں اور ناتوں کی فہرست کے بارے میں جن میں نکاح منع ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے دو بڑے اصُول ہیں ÷

اوّل یہ کہ تیسرے درجے تک کے رشتوں اور ناتوں میں نکاح جائز نہیں ہے ÷

دوئم یہ کہ جو رشتے خُون سے تعلّق رکھتے ہیں اور جو نکاح سے تعلق رکھتے ہیں وہ مساوی ہیں۔ یہ دونو اصول کلیسیا میں شروع سے قائم رہے ہیں ÷

اس کل امر کے بارے میں دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں ÷

اوّل یہ کہ اس قسم کے رُوحانی امر میں کلیسیا پر موسوی شریعت کی قیدوں اور شرطوں کی پابندی واجب ہے۔ اور

دوم یہ کہ خداوند نے جو تعلیم نکاح کی نسبت دی اُس سے موسوی شریعت کی قیدوں کو کمزور نہیں۔ بلکہ زیادہ مضبُوط کر دیا ÷

مطبوعہ مسیحی پریس لاہور

باراول ۱۹۰۲ تعداد جلد ۵۰۰

Scanned with CamScanner

کیٹیکزم ۔ یعنی تعلیم بطور سوال و جواب	۶ پائی
خلوتی دعاؤں کی کتاب	۲ر ۶ پائی
خُداوند کی تفسیر میں گیارہ وعظ	۳ر-۸ر
مسیحی گیت کی کتاب	ایک روپیہ
مسیحی کلیسیا کی مختصر تواریخ	۴ر-۸ر
مسیح کی سلطنت کی بابت دعائیں	۶ پائی
مزامیر اور حمد	ار
مقدس ہفتہ	۳ پائی
نور مسیحی یعنی خداوند یسوع مسیح کا مختصر احوال (جیسا اناجیل میں درج ہے)	۶ پائی
پاک شراکت کے لئے تیاری کی خاص عبادت	۳ پائی
رفاقت اقدس کے لئے دعوت اور مختصر سی تیاری	۱۰ر
رشتوں اور ناطوں کی فہرست	۳ پائی
دعائے عمیم بطرز سوال و جواب	۲ر
تفسیر العقائد	۴ر
تحفۃ النساء	۶ر فی ۳ پائی
اُسقفیت	۳ پائی
بچوں کا بپتسمہ	ار
خانگی دعاؤں کی کتاب	۲ر مجلد ۳ر

کُتب رُوحانی

طریق تسلیم ۱۲ ۸ ۶	چراغ کلام برطریق حیات ایک روپیہ
مکتب مسیحی میں دُعا کی تعلیم ۱۲ ۸ ۶	چوپانی ربور ۴
مسیح کا نمونہ ۸ ۱۲	بیبل کی نقلیں بیبل میں ہر دو حصص ۶
یاد محبوب صبح و شام کے لئے ۴ ۶ ۸	رُوح القدس کی معمُوری
مسیحی مسافر کا احوال عصا عصر ۱۲	یسُوع کا کوڑے کھانا اور بیمار شفا پانا
مسیحی کا سفر حصہ اوّل ریشم شدہ ۲ با تصویر ۱۲	پیتل کا سانپ
تقلید المسیح حصہ اوّل ... ۴	اپنی جان لیکر بھاگ
مکمل ... ۱۲ ایک روپیہ	لوگ مسیح کو کیوں قبول نہیں کرتے
مسیح کی پیروی ۶ ۸	رُوح کی تلوار
جنگ مقدس ایک روپیہ و ۱۲ ۸	دل کی تبدیلی ۲
آئینہ دل ۴	بیبل کی تاثیر ۲

ان کے علاوہ ہر قسم کی کتب دینی اور بیبل و بیبل کے حصے یورپ اور ایشیا کی زبانوں میں مقررہ قیمت پر مل سکتے ہیں۔